ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

48

www.tanzeem.org

10 تا 16 دسمبر 2013ء/6 تا 12 صفر المظفر 1435ھ

خوفِ خدا سے رونا

''تلاوتِ قرآن کے وقت رونا مستحب ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنم میں نہ جائے گا وہ شخص جو اللہ کے خوف سے رویا جب تک کہ دوہا ہوا دودھ دوبارہ تھنوں میں واپس نہ لوٹ جائے (یعنی جیسے یہ نہیں ہوسکتا کہ تھنوں سے نکالا ہوا دودھ پھر تھنوں میں واپس ڈال دیا جائے اسی طرح یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ اللہ کے خوف سے رونے والا جہنم میں چلا جائے)۔'' ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام کردی ہے۔ ایک وہ جو اللہ کے خوف سے روئے اور دوسری وہ جو اسلامی سرحد کی حفاظت کے لئے رات کو بیدار رہے۔ (بیہقی وحاکم)

آج سب سے بڑی مصیبت جو مسلمانوں پر پڑی ہے اس کا سبب یہی ہے کہ ان میں خدا کے خوف سے رونے والے بہت کم رہ گئے۔ صاحب روح المعانی اس موقع پر خدا کے خوف سے رونے کے فضائل کی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وینبغی ان یکون ذلک حال العلماء...... یعنی علماء دین کا یہی حال ہونا چاہئے۔ کیونکہ ابن جریر ابن منذر وغیرہ نے عبدالاعلیٰ تیمی کا یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ ''جس شخص کو صرف ایسا علم ملا ہو جو اُس کو رلاتا نہیں تو سمجھ لو کہ اُس کو علم نافع نہیں ملا۔''

تفسیر معارف القرآن
(سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۰۹)
مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

اس شمارے میں

خطے کی بدلتی صورتحال اور......

غزوۂ بنی نَضیر

وہ کبھی دیکھے تجھے!

برمی مسلمان زندہ دفن کئے گئے

ڈرون حملوں کی تباہ کاریاں

آدمی کو بھی میسر نہیں آدمی ہونا

دینی مدارس کا نصاب

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

سُوْرَۃُ الحِجْر

(آیات:16تا18)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَقَدۡ جَعَلۡنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّ زَیَّنّٰہَا لِلنّٰظِرِیۡنَ ﴿ۙ۱۶﴾ وَ حَفِظۡنٰہَا مِنۡ کُلِّ شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ ﴿ۙ۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسۡتَرَقَ السَّمۡعَ فَاَتۡبَعَہٗ شِہَابٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۸﴾

آیت ۱۶ ﴿وَلَقَدۡ جَعَلۡنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّ زَیَّنّٰہَا لِلنّٰظِرِیۡنَ ﴿۱۶﴾﴾ ''اور ہم نے آسمان میں بُرج بنائے ہیں اور ہم نے اسے (آسمانوں کو اور بُرجوں کو) مزین کر دیا ہے دیکھنے والوں کے لیے۔''

ان برجوں کی اصل حقیقت کا ہمیں علم نہیں ہے' اس لحاظ سے یہ آیت بھی آیاتِ متشابہات میں سے ہے۔ البتہ رات کے وقت آسمان پر ستاروں کی بہار وہ دلکش منظر پیش کرتی ہے جس سے ہر دیکھنے والے کی آنکھ محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

آیت ۱۷ ﴿وَ حَفِظۡنٰہَا مِنۡ کُلِّ شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ ﴿۱۷﴾﴾ ''اور ہم نے حفاظت کی ہے اس کی ہر شیطانِ مردود سے۔''

یہ گویا ہمارے ایمان بالغیب کا حصہ ہے کہ ان ستاروں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں حفاظتی انتظامات کر رکھے ہیں۔ اس کائنات کی تخلیق کے بارے میں انسان کی جدید تحقیق ماضی قریب میں ہوئی ہے' لیکن ابھی اس سلسلے میں انسانی علم بہت محدود ہے۔ وائرس اور بیکٹیریا کے بارے میں کچھ ہی عرصہ پہلے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ بھی کوئی مخلوق ہے۔ اس وسیع و عریض کائنات میں یقیناً بہت سے ایسے حقائق ہوں گے جن کے بارے میں اب بھی انسان کچھ نہیں جانتا۔ بہرحال اب تک جتنی مخلوقات کے بارے میں ہمیں علم ہے ان میں صرف تین قسم کی مخلوقات ایسی ہیں جن میں خود شعوری (self consciousness) پائی جاتی ہے' یعنی ملائکہ' جنات اور انسان۔ ان میں سے پہلے ملائکہ کو پیدا کیا گیا' پھر جنات کو اور پھر انسان کو۔ گویا انسان اس کائنات کی تخلیق کے اعتبار سے Recent دور کی مخلوق ہے۔ البتہ انسانوں کی ارواح اسی دور میں پیدا کی گئیں جب ملائکہ کو پیدا کیا گیا۔ بہرحال خود شعوری صرف ان تین قسم کی مخلوقات میں ہی پائی جاتی ہے۔ باقی جو بھی مخلوقات اس کائنات میں موجود ہیں' چاہے وہ خشکی اور سمندر کے جانور ہوں یا ہوا میں اڑنے والے پرندے' ان میں شعور تو ہے مگر خود شعوری نہیں ہے۔

جنّات کی تخلیق چونکہ آگ سے ہوئی ہے لہٰذا ان کے اندر مخفی قوت (potential energy) انسانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ میرا گمان ہے کہ جنّات کو سورج کی آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور اس لحاظ سے انہیں پورے نظامِ شمسی کے دائرے میں آمد و رفت کی طاقت اور استعداد حاصل ہے اور اس کے لیے انہیں کسی راکٹ یا مشینی ذرائع کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی اسی استعداد سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ عالمِ بالا سے اللہ تعالیٰ کے احکام اور تدبیرات کی ترسیل کے دوران ملائکہ سے کچھ خبریں اُچکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر وہ ایسی خبریں انسانوں میں اپنے دوست دار عامل اور کاہن لوگوں کو بتاتے ہیں تاکہ وہ اپنی دکانیں چمکا سکیں۔ اس کی مثال یوں ہے جیسے ایوانِ صدر سے احکام کی ترسیل و تقسیم کے دوران کوئی شخص متعلقہ اہلکاروں سے ان احکام کے بارے میں خبریں حاصل کر کے قبل از وقت ان لوگوں تک پہنچا دے جو ان کے ذریعے سے اپنی دکانیں چمکانا چاہتے ہیں۔

جنّات کو نظامِ شمسی کی حدود پھلانگنے سے روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ستاروں میں میزائل نصب کر رکھے ہیں۔ جب بھی کوئی جن اپنی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے ممنوعہ علاقے میں داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر میزائل پھینکا جاتا ہے جسے ہم شہابِ ثاقب کہتے ہیں۔ اس پورے نظام پر ہم ''کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا'' کے اصول کے تحت یقین رکھتے ہیں جو ہمارے ایمان بالغیب کا حصہ ہے۔ بہرحال سائنسی ترقی کے سبب کائنات کے بارے میں اب تک سامنے آنے والی معلومات اور ایجادات کے ساتھ بھی ان قرآنی معلومات کا کسی نہ کسی حد تک تطابق (corroboration) موجود ہے۔

آیت ۱۸ ﴿اِلَّا مَنِ اسۡتَرَقَ السَّمۡعَ﴾ ''ماسوائے اس کے کہ جو کوئی چوری چھپے سننا چاہے''

جیسے ایک فرشتہ کچھ احکام لے کر آ رہا ہو اور کوئی جن اس سے کوئی سن گن لینے کی کوشش کرے۔ فرشتے نوری ہیں اور جن ناری مخلوق ہیں' چنانچہ نور اور نار کے درمیان زیادہ بُعد نہ ہونے کی وجہ سے ایسا ہونا ممکن ہے۔ عزازیل (ابلیس) کا بھی ایک جن ہونے کے باوجود فرشتوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا۔

﴿فَاَتۡبَعَہٗ شِہَابٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۸﴾﴾ ''تو اُس کا پیچھا کرتا ہے ایک انگارہ چمکتا ہوا۔''

ایسی خلاف ورزی کی صورت میں اس جن پر میزائل پھینکا جاتا ہے۔ یہ میزائل اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد کے لیے ستاروں میں نصب کر رکھے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

خطے کی بدلتی ہوئی صورت حال اور ہمارا داخلی انتشار

امریکی عزائم اور ایران کے عالم اسلام کے حوالے سے تاریخی کردار پر گہری نگاہ رکھنے والوں نے ایرانی انقلاب کے بعد امریکہ اور ایران کے درمیان پیدا ہونے والی کشیدگی کو کبھی سنجیدگی سے نہیں لیا تھا۔ اگرچہ گزشتہ تہائی صدی میں ایران سے مرگ بر امریکہ اور مرگ بر اسرائیل کے نعرے بڑے جوش وخروش سے لگائے گئے اور یوں ظاہر ہوتا تھا کہ جس قوم پر رضا شاہ پہلوی کے دور میں مغربی تہذیب چھائی ہوئی تھی، اور سیاسی سطح پر جو قوم امریکی استعمار کے اشاروں پر ناچتی تھی اس کا بچہ بچہ اب امریکہ کا بدترین دشمن بن چکا ہے اور مغرب کے حرامی بچے اسرائیل کو تباہ و برباد کرنے پر تل گیا ہے۔ دوسری طرف امریکہ جس طرح روزانہ کی بنیاد پر ایران کو دھمکیاں دے رہا تھا اُس سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ آج نہیں تو کل ایران پر لازماً حملہ کر دے گا اور اگر وہ کسی سیاسی یا عسکری مصلحت کی بنا پر خود یہ کام نہ کرنے کا فیصلہ کرتا ہے، تب بھی وہ اسرائیل کو کم از کم یہ اجازت یقیناً دے دے گا کہ عراق کی طرح ایران کی ایٹمی صلاحیت کو بھی ملیامیٹ کر دے۔ لیکن بالآخر دنیا نے جان لیا کہ یہ نورا کشتی تھی، یہ محض دکھلاوا تھا۔ سیاسی اور عسکری فوائد حاصل کرنے کے لیے دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا رہی تھی۔ یہ مصنوعی کشیدگی اور جھوٹی بڑھک بازی تھی۔ ایک دانشور نے کیا خوب بات کی ہے کہ درحقیقت یہ پوشیدہ اور ڈھکا چھپا معاشقہ تھا اور مناسب وقت آنے پر خود ہی فریقین نے اس سے پردہ اٹھا دیا ہے۔ لہٰذا ان عناصر کے سامنے بھی یہ دونوں بے نقاب ہو گئے ہیں جو ان کی کشیدگی اور بڑھک بازی کو حقیقی لڑائی سمجھ بیٹھے تھے۔ ہم غلط فہمی میں مبتلا اپنے ان بھائیوں کی نیت پر شک نہیں کرتے۔ درحقیقت وہ مغرب اور امریکہ کی تہذیب اور ٹیکنالوجی میں بے مہار ترقی سے اس قدر مرعوب ہیں کہ وہ سفید سامراج کے اصل عزائم ہی کو سمجھ نہیں پا رہے۔ اصل بات سابق امریکی صدر جارج بش کے منہ سے نکل گئی تھی اور اس نے موجودہ نظریاتی کشمکش اور نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کو صحیح طور پر صلیبی جنگ قرار دیا تھا۔ سفید سامراج کو گزشتہ دو اڑھائی صدیوں سے عالمی سطح پر جو مکمل نہ سہی نامکمل غلبہ حاصل ہے وہ مستقبل میں اس غلبہ کو مکمل اور مستقل کرنا چاہتا ہے۔ اس حوالہ سے عیسائی یہودی گٹھ جوڑ ایک عرصہ ہوا ہو چکا ہے۔ یہودی ساہوکار اپنے سرمائے کے بل بوتے پر اس گٹھ جوڑ میں کلیدی اور اہم حیثیت رکھتا ہے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ صورتحال پر اسے کافی حد تک کنٹرول حاصل ہو چکا ہے۔

موجودہ صورت حال میں اس استعمار کے عزائم کی تکمیل میں دو دشمن حائل ہیں۔ ایک چین ہے جو اگرچہ عسکری لحاظ سے بھی بہت توانا ہے لیکن خاص طور پر معاشی اور اقتصادی چین ایک ایسا جن بن چکا ہے جسے امریکہ اور اس کے حواری مستقبل میں اپنے لیے بہت بڑا خطرہ قرار دے رہے ہیں۔ اس لیے کہ آج بھی اور خاص طور پر آنے والے وقت میں سیاسی اور عسکری غلبے کے لیے اقتصادی قوت کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک گاڑی میں انجن کی ہوتی ہے۔ دوسرا دشمن عالم اسلام ہے جو سیاسی اور عسکری لحاظ سے انتہائی کمزور ہو چکا ہے، البتہ اس کا ایک حصہ اقتصادی لحاظ سے خوشحال ہے۔ صرف پاکستان عالم اسلام کا واحد ملک ہے جو جدید ترین ایٹمی صلاحیت حاصل کر چکا ہے اور اس کی فوج کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کی بھی ایک دنیا معترف ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب امریکہ ایران سے اپنی دشمنی کا اظہار کر رہا تھا تب وہ اقتصادی لحاظ سے خوشحال عالم اسلام یعنی عرب دنیا سے اپنی دوستی بلکہ گہری دوستی کا دعوے دار تھا اور پاکستان کو اپنا اتحادی قرار دیتا تھا۔ اب صورت حال بدلتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اب عربوں کا دشمن ایران اور پاکستان کا دشمن بھارت خطے میں امریکہ کے دوست ہیں۔ یہ دوستی ظاہری نہیں بلکہ حقیقی اور فطری ہوگی۔ اس لیے کہ سنی عالم اسلام امریکہ کا نظریاتی اور فطری دشمن ہے۔ امریکہ کے سرمایہ دارانہ نظام کو حقیقی خطرہ اسلام کے معاشی اور سماجی نظام سے ہے۔ گویا سفید سامراج اپنے مستقبل اور دائمی عالمی غلبہ کے حصول میں اقتصادی اور عسکری لحاظ سے مضبوط چین اور نظریاتی لحاظ سے سنی عالم اسلام کو اپنے راستے کی رکاوٹیں سمجھتا ہے، اور خطے میں رونما ہونے والی یہ تبدیلیاں ان دونوں سے نمٹنے کے لیے امریکی تیاریوں کا حصہ ہیں۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

10 تا 16 دسمبر 2013ء — جلد 22
6 تا 12 صفر المظفر 1435ھ — شمارہ 48

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

اب سوال یہ ہے کہ امریکا نے چین سے پہلے سنی عالم اسلام سے دو دو ہاتھ کرنے کا فیصلہ کیوں کیا ہے۔ ہماری رائے میں اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ اس نے نظریاتی خطرے کو ترجیح دی ہے اور دوسری یہ کہ کسی اسلامی ریاست کا ایٹمی صلاحیت کا حامل ہونا اسے کسی صورت قبول نہیں۔ یہ صلاحیت اگر کسی نہ کسی انداز میں دوسری اسلامی ریاستوں نے بھی حاصل کر لی تو نظریہ اور قوت کا اکٹھا ہو جانا امریکی استعمار کے لیے بہت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ حال ہی میں جو پاکستان اور سعودی عرب کے ایٹمی تعاون کا جھوٹا پروپیگنڈا کیا گیا، وہ اسی پالیسی کا حصہ ہے۔ آثار ظاہر کر رہے ہیں کہ عالم اسلام میں سے بھی پاکستان اور سعودی عرب ابتدائی طور پر نشانہ پر ہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق خیبر پختونخوا سے نیٹو سپلائی کی بندش کے بعد ایران نے اس بات پر رضامندی کا اظہار کر دیا ہے کہ امریکہ نیٹو سپلائی کے لئے ایران کے روٹ کو استعمال کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں بھارت بھی وسط ایشیائی ریاستوں سے رابطے کے لئے ایران کی بندرگاہ چاہ بہار تک سڑکوں کی تعمیر میں مصروف ہے۔

پاکستان اور سعودی عرب دونوں اسلامی ممالک کا المیہ یہ ہے کہ ان کے حکمرانوں کی نیت، خواہش اور خیالات کچھ بھی ہوں لیکن ان کے اعمال، رویہ اور حکمرانی کا انداز امریکی عزائم کی تکمیل میں مدد و معاون ثابت ہو رہا ہے۔ خاص طور پر پاکستان تو خودکشی کا علی الاعلان راستہ اختیار کر چکا ہے۔ سعودی عرب کو امریکہ کی ستم ظریفی کا نشانہ بننے سے بچنے کے لیے کیا کرنا چاہیے، اس پر تو ہم فی الحال رائے زنی نہیں کریں گے۔ البتہ پاکستان جو اس وقت سیاسی انتشار اور مذہبی افتراق کی وجہ سے اپنی سلامتی کے حوالہ سے شدید ترین خطرات سے دوچار ہو گیا ہے اس پر فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ اگر اس کے حکمرانوں اور عوام نے سدھرنے کی آخری کوشش نہ کی تو خاکم بدہن اس نظریاتی ریاست کا نام ونشان مٹ سکتا ہے۔ اس لیے کہ امریکہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت ختم کیے بغیر خطے سے فوجی انخلا کے لیے بھی تیار نہیں ہوگا اور کسی اندرونی یا بیرونی دباؤ کو قبول نہیں کرے گا اور غیر ایٹمی پاکستان بھارت کا تر نوالہ بن جائے گا۔ لہٰذا وقت آ گیا ہے کہ جس طرح امریکہ نے ایران سے مصنوعی دشمنی کا پردہ چاک کر دیا ہے، ہم بھی امریکہ سے جھوٹی اور مصنوعی دوستی کو خیر باد کہہ دیں۔ جب بھی ہم امریکہ سے دوستی کے نام پر غلامی سے نجات حاصل کرنے کا کہتے ہیں تو ناقد یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ کیا امریکہ سے ہم جنگ مول لے لیں۔ سوال یہ ہے کہ امریکہ سے جنگ کرنے کا کون کہتا ہے؟ کیا جنگ اور دوستی کے درمیان کوئی راستہ نہیں؟ کسی نے کہا ہے کہ نہ امریکہ کی دوستی اچھی نہ دشمنی، لہٰذا ہمارے لیے یہی بہتر ہوگا کہ ہم فی الحال امریکہ کی علاقہ میں کارروائیوں میں غیر جانبدار رہیں۔ غیر جانبداری کا پہلا تقاضا ہے کہ اپنے خطے میں چھیڑی گئی امریکی جنگ سے باہر نکل آئیں، اور پوری توجہ اپنے داخلی استحکام اور قومی سطح پر انتشار و افتراق کو ختم کرنے پر دیں۔ کشکول اٹھانے اور ہاتھ پھیلانے پر موت کو ترجیح دیں۔ علامہ اقبال نے یہ شعر

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

سیاست دانوں کے انتخابی مہم میں گنگنانے کے لیے نہیں کہے تھے بلکہ عملی زندگی میں اسے حقیقت کا روپ دینے کے لیے کہے تھے۔

آخری اور حتمی بات یہ ہے کہ اتحاد و اتفاق، قومی یکجہتی اور فکری ہم آہنگی تقریریں کرنے سے اور نعرے لگانے سے پیدا نہیں ہوتی۔ ان کے لیے ایک مضبوط بنیاد کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے صوبائی، لسانی اور مسلکی عصبیتوں سے نجات حاصل کرنا ہوگی۔ بنگالی، سندھی، بلوچی، پنجابی اور پٹھان میں کوئی شے مشترک نہیں تھی، نہ لباس نہ خوراک نہ زبان نہ روایات مشترک تھیں، صرف دین مشترک تھا۔ لہٰذا ہم صرف دین کی بنیاد پر ایک قوم ایک ملک اور ایک ریاست کا حصہ بن گئے۔ آج بھی ہمارے اتحاد اور اتفاق کے لیے قومی یکجہتی اور داخلی استحکام کے لیے سوائے دین کے کوئی مشترکہ بنیاد موجود ہی نہیں۔ لہٰذا ہم پورے وثوق اور بلاخوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر امریکی اور بھارتی جارحیت کا تر نوالہ بننے سے بچنا چاہتے ہو تو اسی بنیاد کو پختہ کرو جس پر ریاست پاکستان کی عمارت کھڑی کی تھی اور جو اس ملک کے وجود اور قیام کا واحد جواز ہے۔ یاد رہے جو شے اپنا جواز کھو دے اس کا قائم و دائم رہنا ممکن نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی دوست اور دشمن پرکھنے کی اہلیت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

پریس ریلیز 6 دسمبر 2013ء

الطاف حسین کا جماعت اسلامی پر پابندی کا مطالبہ احمقانہ ہے

لوگوں کو غائب کر دینا اور کسی عدالت میں پیش نہ کرنا ملکی قانون اور اسلامی شریعت کے سخت خلاف ہے

حافظ عاکف سعید

الطاف حسین کا جماعت اسلامی پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ احمقانہ ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ 1992 کے کراچی آپریشن کے حوالے سے الطاف حسین جو کچھ فوج کو کہہ چکے ہیں اس سے کون واقف نہیں۔ انہوں نے کہا کہ الطاف حسین ایک طرف فوج سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف یہ کہہ کر کہ اگر مہاجر میدان میں نکل آئے تو فوج بھی انہیں کنٹرول نہیں کر سکے گی فوج کو دھمکیاں دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہا ایسے وقت میں جبکہ ملک کو داخلی اور خارجی خطرات درپیش ہیں سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کو ایک دوسرے پر رکیک حملے کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ بعض افراد کے لیے پاکستان میں اسلام کا نام لینا یا اسلام کے حوالے سے کام کرنا اب ناقابل برداشت ہو گیا ہے۔ لاپتہ افراد کا ذکر کرتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ اداروں کا شہریوں کو اٹھا لینا اور غائب کر دینا انتہائی قابل مذمت فعل ہے۔ اگر کچھ لوگ قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں یا کسی نوعیت کی دہشت گردی کے مرتکب ہوتے ہیں تو قانون کے مطابق اُنہیں گرفتار کیا جانا چاہیے۔ الزام کی تحقیق کے بعد انہیں عدالتوں میں پیش کیا جانا چاہیے جو اُن کے مجرم ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کریں۔ اُنہوں نے کہا کہ لوگوں کو غائب کر دینا اور کسی عدالت پیش نہ کرنا ملکی قانون اور اسلامی شریعت کے سخت خلاف ہے۔ اُنہوں نے اس حوالہ سے سپریم کورٹ کی تحسین کی کہ وہ لاپتہ افراد کی بازیافت کے لئے بھرپور کوشش کر رہا ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

غزوۂ بنی نضیر

جب نصرت الٰہی کا ظہور کفار کے دلوں میں رعب ڈالنے کی صورت میں ہوا

سورۃ الحشر کی آیات 1 تا 4 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 29 نومبر 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

(خطبۂ مسنونہ اور آیاتِ قرآنی تلاوت کے بعد)

حضرات! ابھی آپ نے سورۃ الحشر کی ابتدائی آیات سماعت فرمائیں۔ سورۃ الحشر 10 مدنی سورتوں کے گروپ کا حصہ ہے، جو ہمارے زیرِ مطالعہ ہے۔ یہ سورتیں نبی اکرم ﷺ پر مدنی دور کے آخر میں نازل ہوئیں۔ اس سلسلہ میں ہم دو سورتوں (الحدید اور المجادلہ) کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ آج اِس سلسلہ کی تیسری سورت سورۃ الحشر کی ابتدائی آیات کا مطالعہ کریں گے، ان شاء اللہ۔ اس سورت کا نام الحشر ہے، جو اس کی آیت 2 میں آنے والے لفظ سے ماخوذ ہے۔ اس سورت میں غزوۂ بنی نضیر کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کو بالآخر ذلت و رسوائی سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ اگر گہرائی میں دیکھا جائے تو قرآن حکیم سیرت النبیؐ کی کتاب ہے۔ قرآن مجید کے یکبارگی نازل ہونے کی بجائے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہونے میں ایک حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ اس کا تحمل کر سکیں۔ دوسرے یہ آپؐ کی حیاتِ طیبہ میں غلبۂ دین کی جدوجہد میں جیسے جیسے حالات و واقعات پیش آتے تھے، اُن کے مطابق بروقت ہدایات آتی رہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ وہ آیات نازل ہوتی گئیں جن کی اس وقت ضرورت تھی۔ چنانچہ اس پہلو سے کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید سیرت کی کتاب بھی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے جب نبی کریم ﷺ کی سیرت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے یہی فرمایا تھا کہ آپؐ کا اخلاق قرآن ہی تو ہے۔ سارے قرآن میں اصل تذکرہ آپؐ کا ہے۔ ساری گفتگو ہی آپؐ کی ہو رہی ہے۔ سارا خطاب آپؐ سے ہے، یا پھر آپؐ کا ذکر ہے۔

سورۃ الحشر کا آغاز سیرت کے ایک واقعہ سے ہو رہا ہے۔ یہ غزوۂ بنی نضیر کا واقعہ ہے۔ بنی نضیر مدینہ میں آباد تین یہودی قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا۔ یہ یہودی قبائل عرب نہیں، عبرانی تھے اور فلسطین سے آئے تھے۔ 70ء میں جب رومی جنرل ٹائٹس نے یروشلم پر حملہ کیا تو بیت المقدس کو مسمار کر دیا۔ نہ صرف اُسے گرا دیا بلکہ اس کی بنیادیں تک کھود ڈالیں۔ اُس نے ہزاروں یہودیوں کو قتل کیا اور جو بچ گئے انہیں فلسطین سے بے دخل کر دیا گیا۔ اس وقت یہودی وہاں سے نکلے تو پوری دنیا میں پھیل گئے۔ اُسی دور میں یہود کے تین قبیلے مدینہ آ گئے۔ ایک عرصہ گزر جانے کے بعد وہ مدینہ کے مقامی باشندوں اوس اور خزرج میں گھل مل گئے۔ یہاں تک کہ اُن کی زبان عربی بھی اختیار کر لی اور کسی حد تک اُن کا کلچر بھی اپنا لیا، اگرچہ اپنا الگ تشخص برقرار رکھا۔ یہودیوں کے دو قبیلے زیادہ مضبوط تھے: بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ اُن کے مدینہ والوں سے جھگڑے ہوئے تو شہر کے اصل باشندوں نے انہیں مدینہ سے نکال دیا۔ چنانچہ وہ مدینہ کے باہر قلعے بنا کر ان میں رہنے لگے۔ یہودیوں کی تجارت اور زراعت میں پوزیشن بہت مضبوط تھی۔ انہوں نے مدینہ کے لوگوں کو سود خوری میں بھی جکڑا ہوا تھا۔

نبی اکرم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے بڑی فراست اور حکمت کے ساتھ مدینہ والوں سے معاہدہ کیا۔ جس کے نتیجے میں مدینہ کے اصل باشندوں اوس اور خزرج دونوں نے آپؐ کو اپنا بڑا تسلیم کر لیا تھا۔ آپؐ نے یہود کے تینوں قبیلوں کو بھی معاہدے میں جکڑ لیا۔ اُن سے معاہدہ میں طے پا گیا کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہیں گے، اُن کے تمام شہری حقوق محفوظ رہیں گے اور اگر کبھی مدینے پر کسی طرف سے حملہ ہوا تو وہ مسلمانوں کے حلیف کی حیثیت سے ان کا ساتھ دیں گے۔ اس معاہدے کے بعد یہودیوں کے ہاتھ پاؤں بندھ گئے۔ لیکن جب اسلام کا فروغ ہوا تو ان کے اندر آتش انتقام بھڑکنا شروع ہو گئی۔ انہوں نے منافقین، قریش اور دوسرے عرب قبائل سے مل کر اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ جب یہ سازشیں حد سے بڑھ گئیں تو آپ ﷺ نے ان کے قلع قمع کا فیصلہ فرمایا۔ 2 ہجری میں بنو قینقاع کو جو مدینہ کے اندر آباد تھے، مدینہ سے بے دخل کر دیا گیا۔ 4 ہجری میں بنو نضیر کی شیطانی سازشوں اور شرارتوں کی پاداش میں اُن کے خلاف اقدام کیا گیا۔

غزوۂ بنی نضیر کی تفصیل یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے چند صحابہؓ کے ہمراہ یہود کے پاس تشریف لے گئے، اور ان سے بنو کلاب کے دو مقتولین کی دیت میں اعانت کے لیے بات چیت کی جو حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری سے قتل ہو گئے تھے۔ معاہدے کی رو سے یہ اعانت اُن پر واجب تھی۔ انہوں نے کہا: ''ابو القاسم! ہم ایسا ہی کریں گے۔ آپ یہاں تشریف رکھئے، ہم آپ کی ضرورت

پوری کیے دیتے ہیں''۔ آپؐ ان کے ایک گھر کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور ان کے وعدے کی تکمیل کا انتظار کرنے لگے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بھی تشریف فرما تھی۔ ادھر یہود تنہائی میں جمع ہوئے تو ان پر شیطان سوار ہو گیا اور جو بدبختی ان کا نوشتۂ تقدیر بن چکی تھی، اسے شیطان نے خوشنما بنا کر پیش کیا۔ یعنی ان یہود نے باہم مشورہ کیا کہ کیوں نہ نبی ﷺ ہی کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے کہا: ''کون ہے جو اس چکی کو لے کر اوپر جائے اور آپ کے سر پر گرا کر آپؐ کو کچل دے''۔ (معاذ اللہ) اس پر ایک بدبخت یہودی عمرو بن جحاش نے کہا، میں۔ ان لوگوں سے سلام بن مشکم نے کہا بھی کہ ایسا نہ کرو، کیونکہ اللہ کی قسم، انہیں تمہارے ارادوں کی خبر دے دی جائے گی اور پھر ہمارے اور ان کے درمیان جو عہد و پیمان ہے یہ اس کی خلاف ورزی بھی ہے، لیکن انہوں نے ایک نہ سنی اور اپنے منصوبے کو روبہ عمل لانے کے عزم پر برقرار رہے۔ ادھر رب العالمین کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور آپ ﷺ کو یہود کے ارادے سے باخبر کیا۔ آپ ﷺ تیزی سے اُٹھے اور واپس تشریف لے آئے۔ بعد میں صحابہؓ کرام بھی آپؐ سے آن ملے اور کہنے لگے، آپ ﷺ اُٹھ آئے اور ہم سمجھ نہ سکے۔ آپ ﷺ نے بتلایا کہ یہود کا کیا ارادہ تھا۔

واپس آ کر آپ ﷺ نے فوراً ہی محمد بن مسلمہؓ کو بنی نضیر کے پاس روانہ فرمایا اور انہیں یہ نوٹس دیا کہ تم لوگ مدینے سے نکل جاؤ۔ اب یہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس کے بعد جو شخص پایا جائے گا اس کی گردن مار دی جائے گی۔ اس نوٹس کے بعد یہود کو جلاوطنی کے سوا کوئی چارہ کار سمجھ میں نہیں آیا۔ چنانچہ وہ چند دن تک سفر کی تیاریاں کرتے رہے۔ لیکن اسی دوران عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین نے کہلا بھیجا کہ اپنی جگہ برقرار رہو، ڈٹ جاؤ، اور گھر بار نہ چھوڑو۔ میرے پاس دو ہزار مردانِ جنگی ہیں جو تمہارے ساتھ تمہارے قلعے میں داخل ہو کر تمہاری حفاظت میں جان دے دیں گے اور اگر تمہیں نکالا ہی گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے۔ اور تمہارے بارے میں کسی سے ہرگز نہیں دبیں گے، اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور بنوقریظہ اور بنوغطفان جو تمہارے حلیف ہیں وہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔ رئیس المنافقین کا یہ پیغام سن کر یہود بنونضیر نے اپنا فیصلہ بدل دیا اور طے کر لیا کہ جلاوطن ہونے کی بجائے ٹکر لی جائے گی۔ اور رسول اللہ ﷺ کے پاس جوابی پیغام بھیج دیا کہ ہم اپنے دیار سے نہیں نکلتے، آپ ﷺ کو جو کرنا ہو کر لیں۔

رسول اللہ ﷺ کو جب بنونضیر کے سردار حیی بن اخطب کا یہ جوابی پیغام ملا تو آپ ﷺ نے اور صحابہ کرامؓ نے کہا اللہ اکبر' اور پھر لڑائی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابن ام مکتوم ؓ کو مدینہ کا انتظام سونپ کر بنونضیر کے علاقے کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت علی بن ابی طالب ؓ کے ہاتھ میں علم تھا۔ بنونضیر کے علاقے میں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا گیا۔

ادھر بنونضیر نے اپنے قلعوں اور گڑھیوں میں پناہ لی اور قلعہ بند ہو کر فصیل سے تیر اور پتھر برساتے رہے۔ چونکہ کھجور کے باغات ان کے لیے سپر کا کام دے رہے تھے اس لیے آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان درختوں کو کاٹ کر جلا دیا جائے۔

بہر حال جب ان کا محاصرہ کر لیا گیا تو بنوقریظہ ان سے الگ تھلگ رہے۔ عبداللہ بن اُبی اور ان کے حلیف غطفان بھی مدد کو نہ آئے۔ محاصرے نے کچھ زیادہ طول نہیں پکڑا بلکہ صرف چھ رات۔ (یا بقول بعض پندرہ رات) جاری رہا کہ اس دوران اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ چنانچہ ان کے حوصلے ٹوٹ گئے، وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کو کہلوا بھیجا کہ ہم مدینے سے نکلنے کو تیار ہیں۔ آپؐ نے ان کی جلاوطنی کی پیش کش منظور فرمالی اور یہ بھی منظور فرما لیا کہ وہ اسلحہ کے سوا باقی جتنا ساز و سامان اونٹوں پر لاد سکتے ہوں سب لے کر بال بچوں سمیت چلے جائیں۔ بنونضیر نے اس منظوری کے بعد ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے ہاتھوں اپنے مکانات اجاڑ ڈالے، تاکہ دروازے اور کھڑکیاں بھی لاد لے جائیں۔ بلکہ بعض بعض نے تو چھت کی کڑیاں اور دیواروں کی کھونٹیاں بھی لاد لیں۔ پھر عورتوں اور بچوں کو سوار کیا اور چھ سو اونٹوں پر لد لدا کر روانہ ہو گئے۔ بیشتر یہود اور ان کے اکابر مثلاً حیی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق نے خیبر کا رخ کیا۔ ایک جماعت ملک شام روانہ ہوئی صرف دو آدمیوں یعنی یامینؓ بن عمرو اور ابوسعیدؓ بن وہب نے اسلام قبول کیا۔ لہٰذا ان کے مال کو ہاتھ نہیں لگایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے شرط کے مطابق بنونضیر کے ہتھیار، زمین، گھر اور باغات اپنے قبضے میں لے لیے۔ ہتھیار میں پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں تھیں۔

غزوہ بنی نضیر ربیع الاول 4ھ، اگست 625ء میں پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس تعلق سے یہ پوری سورۃ الحشر نازل فرمائی، جس میں یہود کی جلاوطنی کا نقشہ کھینچتے ہوئے منافقین کے طرز عمل کا پردہ فاش کیا گیا ہے، اور مال فے کے احکام بیان فرماتے ہوئے مہاجرین و انصار کی مدح و ستائش کی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنگی مصالح کے پیش نظر دشمن کے درخت کاٹے جا سکتے ہیں اور ان میں آگ لگائی جا سکتی ہے۔ ایسا کرنا فساد فی الارض نہیں ہے۔ پھر اہل ایمان کو تقویٰ کے التزام اور آخرت کی تیاری کی تاکید کی گئی ہے۔ سورۃ الحشر کا آغاز تسبیح باری تعالیٰ سے ہو رہا ہے۔ فرمایا:

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۱)﴾

''جو مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔''

کائنات کی ہر شے آسمانوں اور زمین کی ہر شے مخلوق اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ العزیز ہے سب پر غالب اور انتہائی حکمت والا ہے۔ تقریباً اسی طرح کا آغاز سورۃ الحدید کا بھی تھا۔ بلکہ زیر درس تمام دس سورتوں کا آغاز تسبیح باری تعالیٰ کے ذکر سے ہوتا ہے۔ تسبیح کیا ہے؟ تسبیح کا اصل مفہوم اللہ کی پاکی بیان کرنا ہے۔ یعنی اس بات کا اظہار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کامل ہر عیب، ہر نقص، ہر کمی، ہر کوتاہی سے پاک، منزا اور مبرا ہے۔ اس حقیقت کی شہادت کائنات کا ذرہ ذرہ دیتا ہے کہ اللہ کی ذات کامل ہے۔ اُس کی تخلیق کردہ کائنات میں بھی کوئی کمی، کوئی رخنہ نہیں ہے۔ کائنات کا نظام جس قدر مربوط اور ہم آہنگ ہے اُس پر غور کیا جائے تو اس سے اللہ کی عظمت، جلالت، ہیبت، صناعی، اور خلاقی انسان کے سامنے آتی ہے۔ حدیث کے مطابق تسبیح میزان کو آدھا بھر دیتی ہے۔ اور بقیہ آدھا حصہ تحمید (الحمد للہ کہنے) سے پورا ہو جاتا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا: ﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ﴾ (آیت: 44) ''اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے، لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔''

آگے فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ (۲)﴾

''وہی تو ہے جس نے کفار اہل کتاب کو حشر اوّل کے وقت

ان کے گھروں سے نکال دیا۔''

یہاں کفروا من اھل الکتب سے مراد یہود بنو نضیر ہیں۔ قرآن حکیم یہود و نصاریٰ دونوں کو کافروں میں شمار کرتا ہے، کیونکہ وہ قرآن مجید اور نبی آخرالزمان ﷺ کی رسالت پر ایمان نہیں رکھتے، البتہ اس کے ساتھ ساتھ اُن کے لئے الگ اصطلاح ''اہل کتاب'' بھی استعمال کرتا ہے۔ یہاں فرمایا کہ یہ اللہ ہی ہے، جس نے بنو نضیر کو اول حشر کے لئے اُن کے گھروں سے نکال کر مدینہ سے باہر کر دیا۔ جیسے کہ پیچھے بتایا گیا کہ بنو نضیر کے یہودیوں نے آپؐ کے قتل کی سازش کی، تو آپؐ نے انہیں مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا، پہلے تو وہ اس حکم کی تعمیل پر آمادہ ہو گئے، مگر پھر عبداللہ بن ابی کی شہ پا کر نکلنے سے انکار کر دیا، اس پر آپؐ نے اُن پر فوج کشی کی۔ چند دن کے محاصرہ کے بعد ہی انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور مدینہ سے نکل جانے کا فیصلہ مان لیا۔ انہیں اپنی طاقت اور جنگجویت پر بڑا ناز تھا، مگر وہ مقابلہ کی جرأت کئے بغیر ہی شکست کھا گئے۔ انہیں یہ شکست کس نے دی؟ اللہ نے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں اسے اپنی طرف نسبت دی ہے۔ اول الحشر میں یہ تنبیہ ہے کہ مدینہ سے اُن کا اخراج تو پہلا حشر ہے۔ اس کے بعد انہیں ایک اور حشر سے دوچار ہونا پڑے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں انہیں وہاں سے بھی نکلنا پڑا۔ آگے آخری حشر بھی آنے والا ہے، جہاں اپنی تکذیب حق کے لئے اللہ کو جوابدہ ہوں گے۔

﴿وَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ﴾

''اور تمہارے خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ لوگ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ (کے عذاب) سے بچالیں گے مگر اللہ نے ان کو وہاں سے آلیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔''

مسلمان جانتے تھے کہ یہود بہت جنگجو لوگ ہیں، اُن کے پاس اسلحہ کی بھی فراوانی ہے، پھر وہ قلعہ بند ہیں، لہٰذا اتنی آسانی سے ہار نہیں مانیں گے، خود یہودیوں کو بھی اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا، لیکن اللہ نے یہود کا سارا غرور خاک میں ملا دیا۔ اُن پر وہاں سے گرفت کی جہاں سے انہیں گمان بھی نہ تھا۔ یعنی اُن کے دلوں پر رعب ڈال دیا۔ مسلمانوں کے لئے نصرت الٰہی کا ظہور یوں ہوا کہ یہود کے دلوں میں ایسی ہیبت پڑی اور وہ اتنے زیادہ مرعوب ہوئے کہ دل چھوڑ بیٹھے اور معافی مانگتے ہوئے قلعے سے باہر آ گئے۔ اگر وہ وہاں ٹکے رہتے تو مہینوں تک کشمکش جاری رہ سکتی ہے، مگر وہ 6,5 دن ہی یہ محاصرہ برداشت کر سکے۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ اپنی معرکۃ آلارا تفسیر ''تدبر قرآن'' میں...... ﴿فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ نشاندہی فرمائی ہے کہ اللہ نے کدھر سے ان پر حملہ کیا تھا، تاخت کی۔ فرمایا کہ وہ اپنے اردگرد اینٹوں اور پتھروں کی دیواریں چن کر سمجھے کہ خدا کی پکڑ سے باہر ہو گئے۔ لیکن اللہ نے ان کی دیواریں ہٹانے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ براہ راست ان کی دلوں میں رعب ڈال دیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ قلعے اور مضبوط گڑھیاں رکھتے ہوئے ایسے مرعوب ہوئے کہ اپنے بنائے ہوئے گھروں کو انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اجاڑا۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ اصل طاقت اسلحہ اور دیواروں کی نہیں ہے بلکہ دلوں کے اندر ہوتی ہے جو اللہ پر ایمان سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ طاقت موجود ہو تو پھر بے تیغ بھی سپاہی لڑتا ہے اور اگر یہ نہ ہو تو ایٹمی آلات کی بڑی سے بڑی مقدار بھی بے سود ہے۔ بلکہ اندیشہ اس بات کا بھی ہے کہ یہ چیزیں دشمن کی تباہی کی بجائے اپنی ہی ہلاکت کا باعث نہ بن جائیں۔'' اگر ہم اہل پاکستان اپنا جائزہ لیں تو صاف نظر آتا ہے کہ آج ڈر اور رعب کی وجہ سے ہی ایٹمی قوت ہمارے لئے وبال جان بنی ہوئی ہے۔ ہم پر ہر طرف سے دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ اپنی ایٹمی قوت سے دستبردار ہو جاؤ۔ ہمارا پانی روکا جا رہا ہے۔ معاشی پابندیاں لگائی جا رہی ہے۔ ہمیں ایسی جنگ میں الجھا دیا گیا کہ ساری معیشت داؤ پر لگ چکی ہے۔ اگرچہ امریکی جنگ میں شرکت کے نتیجے میں ہمیں کئی ارب ڈالر امداد بھی ملتی ہے لیکن جنگ سے جو نقصان ہوا ہے، وہ اس امداد سے کئی گنا زیادہ ہے۔ پھر یہ نقصان جس کے اعدادوشمار ماہرین اقتصادیات پیش کرتے ہیں دنیوی اعتبار سے ہے۔ اس سے بڑا اور اصل نقصان یہ ہے کہ ہم نے امریکا کا ساتھ دے کر اللہ کے غضب کو دعوت دی اور اس کی ناراضی مول لی ہے۔ بہرکیف اللہ تعالیٰ نے یہود کے دلوں میں دھاک بٹھا دی۔ وہ قادر مطلق ہے، جیسے چاہے کسی کو زیر کر دے۔ غزوہ کا نتیجہ کیا ہوا۔

﴿يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ق (۲)﴾

''کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں سے اجاڑنے لگے۔''

یہود رعب اور خوف کی وجہ سے مقابلہ نہ کر سکے اور جلد ہی ہتھیار ڈال دیئے۔ اب انہیں یہ اجازت دے دی گئی کہ وہ جتنا سامان اونٹوں پر لاد کر لے جا سکتے ہیں، لے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک تو اپنے ہی بنائے ہوئے مکانوں کو اجاڑا اور دوسرا مکانوں کی شہتیریں، کڑیاں و دروازے اور کھڑکیاں بھی اکھاڑ کر اپنے اونٹوں پر لاد لینے کی کوشش کی، اپنے ہی قلعے کو اجاڑنے لگے، جس پر ان کو بڑا ناز تھا۔

﴿فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ (۲)﴾

''تو اے (بصیرت کی) آنکھیں رکھنے والو عبرت پکڑو۔''

اس واقعہ میں عبرت کا سامان ہے، اُن لوگوں کے لئے جو عبرت حاصل کرنا چاہیں، دیکھ لو کہ یہود جنہوں نے بڑے ارمانوں سے یہ مکان بنائے تھے، آج اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے کس ذلت سے دوچار ہوئے اور حزب اللہ کے مقابلے میں حزب الشیطان کو کیسی عبرتناک شکست ہوئی ہے۔

﴿وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ط وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ (۳)﴾

''اور اگر اللہ نے ان کے بارے میں جلاوطن کرنا نہ لکھ رکھا ہوتا تو ان کو دنیا میں بھی عذاب دے دیتا، اور آخرت میں تو ان کے لئے آگ کا عذاب (تیار) ہے۔''

یعنی اللہ ہی کی مشیت میں تھا کہ بنو نضیر مدینہ سے نکل جائیں۔ اگر اخراج کا یہ فیصلہ نہ ہوتا تو دوسری آپشن اور بھی بہت سخت ہوتی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کی خلاف ورزی کی، آپؐ کو شہید کرنے کی سازش کی۔ اس کی پاداش میں اُن کے تمام افراد جو جنگ کے قابل تھے، ان سب کو قتل کر دینے کا فیصلہ ہو سکتا تھا جیسے کہ اس کے بعد یہود کے تیسرے قبیلہ بنو قریظہ کے متعلق ہوا۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (۴)﴾

''یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرے تو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔''

انہوں نے محمد عربی ﷺ سے دشمنی مول لی جو اللہ کے نمائندے ہیں۔ اللہ کے رسولؐ سے دشمنی اللہ سے دشمنی ہے اور جو اللہ سے دشمنی اور مخاصمت کے لئے اٹھتا ہے، اُسے جان لینا چاہیے کہ اُسے سخت ترین سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے رسول ﷺ سے حقیقی وفاداری کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجزؔ]

وہ کبھی دیکھے تجھے

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

خط غربت کے نیچے بیٹھی ٹھٹھرتی قوم کی بڑی آبادی، (سردی کم خوراکی میں اور بڑھ جاتی ہے) کو خون گرمانے کا سامان تاجپوشی، استقبالیوں، الوداعیوں کے ذریعے میسر آ گیا۔ چند دن قیاس آرائیوں نے دل بہلاوا، دھیان بٹاوا کیا۔ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ نئے بادشاہ کا اعلان ہوا۔ ہمیشہ کی طرح خوش خوراک حکمرانوں نے زرداری، ممنون حسین ڈنرز کے بعد زوردار الوداعیہ کیانی صاحب کو دیا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ تین وزیراعظم منتخب کیے جانے لگیں۔ (پاکستان کی 'خصوصی جمہوریت' میں ہر جدت کی گنجائش ہے)۔ ایک وزیراعظم برائے دورہ جات، ایک برائے الوداعیات واستقبالیات اور تیسرا برائے امور مملکت۔ نگاہ خیرہ کن اہتمام دیکھ کر کون دیوانہ یہ کہے کہ یہاں روپیہ فری فال پر ہے۔ ساہوکاروں کے ہاں بال بال قرضے میں جکڑا ہے۔ پاکستان غریب نہیں فقیر ملک ہے۔ ایک طرف عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا ایک آبلہ پا قافلہ ماورائے آئین، قانون، عدالت، اندھیر نگری میں کھوئے گئے پیاروں کا پتہ پوچھ رہا ہے۔ ؏ مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا، کی تصویر یہ لواحقین اور عقوبت خانوں میں سسکتے یا خاموشی سے بے موت مار دیے گئے نوجوان۔

ادھر میڈیا ؏ اک ترے آنے سے پہلے اک ترے جانے کے بعد، دکھانے میں مصروف تھا۔ امریکہ نے بھی ڈرون حملے سے سلامی کے میزائل داغنے کو یہی وقت منتخب کرنا ضروری جانا، تاکہ پالیسی طے کرنے میں ابہام نہ رہے۔ 'اپنے آپ کو خود مختار سمجھ لینے کی جرأت نہ کرنا'۔ ساتھ ہی نیویارک ٹائمز نے یہ خبر لگانی ضروری جانا کہ غلط فہمی نہ رہے۔ یہ میرٹ پر انتخاب ہے۔ '(راحیل شریف) ایک اعتدال پسند فوجی ہیں جو تحریک طالبان کو ملک کے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتے ہیں'۔ پاک بھارت کشیدگی کی جگہ دہشت گردی کو ملک میں بڑا خطرہ سمجھنے/ بنانے کی حکمت عملی میں نئے جنرل کا اہم کردار ہے۔ گویا وجہ انتخاب امریکی اخبار واضح کر رہا ہے۔ ادھر ہزارویں مرتبہ ایک اور امریکی سینیٹر فرینک پیلون نے یہ سبق پکا کروایا ہے کہ ڈرون حملے پاکستان کی مرضی، رضامندی اور تعاون سے ہو رہے ہیں۔ گویا بھلے نواز شریف کرسی پر آ جائیں اور راحیل شریف کمان سنبھال لیں، کہانی وہی پرانی ہے۔ پس پردہ امریکہ سے مخبری بھرا تعاون، عوام کے لیے اخباری بیان، رسمی احتجاج، میڈیا پر باریاں بدل بدل کر کوئی وزیر آئیں بائیں شائیں جھوٹی تسلیاں دے ڈالیں۔ 'یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے'۔ اگلے ڈرون حملے تک! حالانکہ نئی صبح طلوع ہونی چاہیے تھی۔ پرویز مشرف، زرداری دور پیچھے رہ گیا، جو ملک فروشی اور لوٹ مار کا اذیت ناک دور تھا، جس میں ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ کے ماٹو والی فوج کو امریکہ کی بی ٹیم بنا دیا گیا تھا۔ ملک کے قیمتی ترین اثاثے، بہادر غیور محبِ ملک وملت بازوئے شمشیر زن قبائل کو امریکہ کی ایما پر لہولہان کر کے ملک کو ہولناک آگ میں دھکیلا گیا۔ باقی تمام معاشی بربادی، انسانی المیے، غیر مستحکم' متزلزل، متذبذب پاکستان اس ایک غلطی کا شاخسانہ تھا۔ 2001ء سے پہلے کسی نے جی ایچ کیو کو میلی آنکھ سے دیکھا؟ ملک ٹوٹنے، جنگی قیدی بننے کے باوجود کبھی ان علاقوں سے فوج پر انگلی اٹھی؟ یہ سب فوجی آپریشنز کی تباہ کاریوں، ڈرون حملوں کی پھیلائی بربادیوں کا نتیجہ ہے۔

سچ بولنے والے ہر فرد پر زندگی کا دائرہ تنگ کرنے اور لکھنے والے کا قلم چھین لینے سے پاکستان بچ نہیں سکتا۔ ترقی، خوشحالی تو اب بہت دور کے خواب رہ گئے، اس وقت تو ملک کی سلامتی داؤ پر ہے۔ سازشوں کے جال ہیں۔ امریکی ایجنٹوں کی کھلی چھٹی اور ان پر برستے ڈالر ہمیں اندر سے کھوکھلا کر رہے ہیں۔ عمران خان فارمولے پر (اپنے اپنے سیاسی، مفاداتی ایجنڈے بالائے طاق رکھ کر) وزیراعظم، فوجی قیادت، دینی جماعتیں ایک نکتے پر متفق ہوں۔ ملک کی خود مختاری وسلامتی کو یقینی بنائیں نیز شہریوں کی جان ومال عزت کو آئین میں دیے گئے حقوق کے مطابق (تحفظ پاکستان آرڈیننس کے نام پر لاقانونیت کو قانون بنانے کے تحت نہیں) تحفظ فراہم کیا جائے۔ کیا ظلم ہے کہ امریکہ بگرام سے پاکستانی شہری رہا کر دے اور انہیں اپنا ہی ملک لاپتہ کر دے؟ پاکستان کی زمین انہیں کھا گئی یا آسمان نگل گیا؟ یہ شب گزیدہ سحر کب رخصت ہوگی؟ اب بھی نہیں تو پھر کب؟ مذاکرات کے نام پر دائیں دکھا کر بائیں مارنے کی حماقت نہ کیجیے گا۔ امریکہ جا رہا ہے۔ طالبان آ رہے ہیں۔ کرزئی بھارت نواز ہے، طالبان نہیں۔ جو آن بان شان قیادت کی جھلملاتے ستاروں اور چمکتے سوٹوں کی عشائیے میں تھی، یہ دھج ذرا قومی وقار، قومی خودی، خودمختاری، غیرت بھری امریکہ کو بھی دکھایئے تو ہم سو عشائیے بھی معاف کر دیں۔ بھارت سے لڑنے کا دم خم نہ بھی ہو تو اخبارات کے انہی صفحات پر خشک دریائے چناب کی پاکستان کے ہونٹوں پر پپڑی جما دینے والی تصویر ہی غور سے دیکھ لیجیے۔ شاید بھارت نوازی کا بھوت اترنے میں مدد مل جائے۔ خدارا سیاسی گروہی تفرقے اور امریکہ پرستی کے ہلاکت خیز چنگل سے نکل کر پاکستان کی حالت زار پر رحم کھایئے۔ بوتلی دانشوروں، سیکولر بے جہت اسلام دشمن رینڈ کارپوریشن کے بہی خواہ تجزیہ کاروں کی دور دور (سمندر پار) کی لائی کوڑیوں کے بہکاوے سے نکل کر 18 کروڑ عوام کی فلاح کا سامان کیجیے۔ اس ملک کا وجود، اس کی بنیاد اور بقا اسلام سے وابستہ ہے۔ اس لامحدود کائنات میں رائی کے دانے کے برابر سیارے دنیا کے ملکوں میں سے ایک چھوٹی سی مملکت پر سوار چند روزہ حیات مستعار میں یہ کرسیاں یہ مناصب کیا وقعت رکھتے ہیں جن پر خود سے بے خود ہو کر غلط فیصلے کر ڈالیں۔۔۔! واپسی اس کائنات کے خالق، مالک، رب کے حضور لمحے لمحے کی جوابدہی لیے ہوئے ہے۔ آپ کی تنہا نہیں۔ 18 کروڑ میں سے ایک ایک کی بھوک، پیاس، فاقے، زخم، ظلم، موت کی یہ پوری قیادت ذمہ دار ہے۔ مجھے تو صرف یہ قلم لیے لوٹ جانا ہے۔ جس کی قسم رب تعالیٰ نے کھائی ہے۔ یہ عشائیے، ظہرانے دینے، یہ پھولوں کی پتیاں نچھاور کرنے والے بعد ازاں کندھوں پر لاد کر تنہا نمٹنے کو قبروں میں ڈال آیا کرتے ہیں۔ آگے کی کہانی قرآن کے ہر صفحے اور حدیث کی کتابوں میں بشیر و نذیر نبی ﷺ نے سنا دی ہے۔ جو پڑھی ہو تو تین براعظموں کا حکمران امیر المومنین دن رات عوام کی خدمت کرتا صورت عمر فاروق ؓ مسجد کے گوشے میں تھک کر فرش خاک پر لیٹا دکھائی دیتا۔ زکوٰۃ دینے والا (عوام کی خوشحالی کی وجہ سے) سونا چاندی اٹھا کر دہائیاں دیتا پھرتا۔ (باقی صفحہ 17 پر)

برمی مسلمان دنیا کی مظلوم ترین قوم

سینکڑوں مسلمانوں کو سفاک بودھ انتہا پسندوں نے زندہ دفن کیا

نذرالاسلام چودھری

اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی ادارے نے اپنی رپورٹ میں روہنگیا مسلمانوں کو دنیا کی سب سے مظلوم قوم قرار دیا ہے۔ رپورٹ میں برمی (میانمار) حکومت کی بودھ انتہا پسند کارروائیوں سے چشم پوشی پر اسے اور برمی سیکیورٹی فورسز کو روہنگیا مسلمانوں پر مظالم میں برابر کا شریک قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ امریکی جریدے ''لاس ویگاس سن'' نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ برما میں روہنگیا مسلمانوں کی منظم انداز میں نسل کشی کے واقعات دوسری جنگ عظیم کے وقت یہودیوں کی نسل کشی کے واقعات سے کہیں زیادہ بدتر ہیں، جن کی فوری روک تھام کی ضرورت ہے۔ امریکی جریدے کے مطابق واشنگٹن میں ''ہولوکاسٹ میموریل میوزیم'' میں روہنگیا مسلمانوں کے مصائب کو بھی اجاگر کیا گیا ہے، جنہیں بودھ انتہا پسندوں کے ساتھ برمی حکومت اور سیکیورٹی فورسز کی جانب سے بھی مظالم کا سامنا ہے۔ دوسری جانب بنگلہ دیش نے برما کے ساتھ کئے جانے والے ایک معاہدے کے تحت میانمار سے آنے والے تمام نجی بحری ٹریفک کو بند کر دیا ہے۔ اب بنگلہ دیشی بندرگاہوں اور سمندری حدود میں صرف وہی جہاز اور کشتیاں آسکیں گی جنہیں میانمار حکومت کی جانب سے لائسنس جاری کیا گیا ہوگا۔ بنگلہ دیشی جریدے ڈیلی اسٹار کا کہنا ہے کہ حکومت کی جانب سے سمندری حدود سیل کئے جانے کا مقصد ان ہزاروں روہنگیا مسلمانوں کی بنگلہ دیش آمد کو روکنا ہے جو اپنی جان بچانے کی خاطر میانمار سے ہجرت کر کے بنگلہ دیش آنا چاہتے ہیں۔ ادھر بنگلہ دیشی سیاسی جماعتوں بی این پی، جماعت اسلامی اور حفاظت اسلام کی جانب سے حکومت کے اس اقدام کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

برمی آن لائن نیوز میگزین، ایراواری نے اپنی رپورٹ میں اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی ادارے کی جانب سے جنرل اسمبلی میں پیش کی جانے والی رپورٹ کو موضوع بحث بناتے ہوئے لکھا ہے کہ اقوام متحدہ سمجھتی ہے کہ میانمار میں جمہوری اصلاحات کا عمل مکمل ناکام ہو رہا ہے۔ کیوں کہ اس ملک میں بسنے والے روہنگیا مسلمانوں کو بودھ انتہا پسندوں کی جانب سے مسلسل زیادتی اور قتل عام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، جس میں برمی سیکیورٹی فورسز اور پولیس برابر کی شریک ہیں۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پیش کی جانے والی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ بودھ مت کے پیروکاروں نے برمی شہروں اور دیہات میں روہنگیا مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا ہوا ہے۔ بودھ انتہا پسند نہ صرف مسلمان بستیوں پر حملے کر کے خواتین بچوں سمیت مکینوں کو قتل کرتے ہیں، بلکہ ان کی املاک لوٹ کر گھروں، اسکولوں، دکانوں اور مساجد کو نذر آتش کر دیتے ہیں۔

عالمی ادارے کی رپورٹ کے مطابق اب تک ایسے200 سے زائد واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ جبکہ دو مقامات پر روہنگیا مسلمانوں کی اجتماعی قبروں کا بھی انکشاف ہوا ہے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی ادارے نے عینی شاہدین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ان قبروں میں سیکڑوں مسلمانوں کو زندہ دفن کیا گیا، جن میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے۔ ان میں اب تک صرف بچوں کی اٹھائیس (28) لاشیں شناخت کی جا چکی ہیں۔ ان تمام مردوں اور خواتین کو پشت پر ہاتھ باندھ کر گڑھوں میں زندہ پھینک کر ان پر مٹی ڈال دی گئی تھی۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے ادارہ کے سربراہ Tomas Quintana نے23 صفحات پر مشتمل رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ برمی سیکیورٹی فورسز روہنگیا مسلمانوں کے خلاف کارروائیوں میں برابر کی شریک ہیں۔ جن کی نگرانی میں بودھ انتہا پسند مسلمان بستیوں کو منظم حملوں میں تاراج کرتے ہیں اور ان کی کسی فورم پر کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ امریکی جریدے ''یو ایس اے ٹوڈے'' کا کہنا ہے کہ واشنگٹن میں ''ہولوکاسٹ میموریل میوزیم'' میں روہنگیا مسلمانوں کے مصائب کو آشکار کرنے کے لئے میوزیم کے بیرونی ہال میں ایک تصویری نمائش کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ تصاویر جو ایک ماہ آویزاں رہی جائیں گی، معروف امریکی فوٹوگرافر Greg Constantine نے اپنے کیمرے میں قید کی تھیں۔ جن میں برمی مسلمانوں کی حالت زار، قتل و غارت گری، ہجرت اور کیمپوں میں کسمپرسی کے حالات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ امریکی الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کا کہنا ہے کہ روزانہ سینکڑوں افراد اس تصویری نمائش کو دیکھنے آرہے ہیں۔

ایرانی نیوز چینل پریس ٹی وی نے ایک دستاویزی رپورٹ میں لکھا ہے کہ روہنگیا مسلمانوں کی حالت زار کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بے خانماں و برباد قوم نہ صرف برما میں ستائی جا رہی ہے بلکہ جس ملک میں روہنگیا مسلمان پناہ کے لئے جاتے ہیں وہاں ان کے ساتھ مزید ظالمانہ سلوک کیا جاتا ہے، جس کی ایک جھلک بھارت میں دیکھی جا سکتی ہے۔ پریس ٹی وی کے مطابق بھارت میں 10 ہزار سے زائد روہنگیا مسلمان خاندانوں نے پناہ لی ہے لیکن یہاں بھی انہیں مظالم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ بھارتی پولیس ان سے رشوت طلب کرتی ہے اور کچھ نہ دینے پر ان کا سامان چھین لیتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی بھارتی پولیس کی جانب سے روہنگیا خواتین کے ساتھ دست درازی کے واقعات بھی رونما ہو رہے ہیں جبکہ بھارتی زمیندار اور ٹھیکیدار روہنگیا مہاجرین کو مزدوروں کے طور پر بھرتی تو کر لیتے ہیں لیکن ان کو اجرت انتہائی قلیل دی جاتی ہے۔ شکایات پر انہیں بھارتی انٹیلی جنس اور پولیس کے حوالے کرنے کی دھمکی دیتے ہیں کہ یہ لوگ میانمار سے پاکستانی انٹیلی جنس کی جانب سے بھیجے گئے ہیں اور بھارت میں دہشت گردی کی وارداتوں میں ملوث ہو سکتے ہیں۔ ایرانی نیوز چینل پریس ٹی وی کے جموں میں موجود نمائندے کا کہنا ہے کہ جموں میں ہزاروں روہنگیا مسلمانوں کو مقامی ہندو ٹھیکیداروں نے اپنی فیکٹریوں اور باغات میں اخروٹ اور دیگر میوہ جات توڑنے اور پیک کرنے کے کام پر لگایا

ہے۔ تاہم انہیں مقامی مزدوروں کے مقابلہ میں تین گنا کم اجرت دی جاتی ہے۔ ایرانی ٹی وی کے نمائندے کا کہنا ہے کہ یہ بھی روہنگیا مسلمانوں کے استحصال کی ایک مثال ہے۔ ایرانی ٹی وی کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اقوام متحدہ کی جانب سے بھارت سے کئی بار تحریری مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ روہنگیا مسلمانوں کو ’’پناہ گزین درجہ‘‘ دیا جائے۔ لیکن بھارتی حکومت اس ضمن میں مسلسل ٹال مٹول کر رہی ہے جس کی وجہ سے نہ صرف بھارتی پولیس ان کو تنگ کرتی ہے بلکہ فیکٹری مالکان اور ٹھیکیداران سے جبری مشقت لے رہے ہیں۔

روہنگیا مسلمانوں کی حالت زار پر ایک رپورٹ میں معروف برمی تنظیم ’’اراکان پروجیکٹ‘‘ کا کہنا ہے کہ اب تک ڈھائی لاکھ سے زیادہ روہنگیا مسلمان اپنے گھر بار چھوڑ کر ویتنام، بنگلہ دیش، بھارت، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، ملائشیا اور دیگر ممالک جا چکے ہیں۔ جبکہ ہجرت کے دوران کشتیاں الٹنے اور برمی و بنگلہ دیشی بحری فورسز کی فائرنگ کے نتیجے میں ساڑھے تین ہزار روہنگیا مسلمان شہید ہو چکے ہیں جن میں خواتین اور بچوں کی تعداد زیادہ ہے۔ رپورٹ کے مطابق برمی سیکیورٹی فورسز کی نگرانی میں بودھ انتہا پسندوں کے حملوں میں پانچ ہزار سے زائد روہنگیا مسلمان قتل کئے جا چکے ہیں جبکہ سیکیورٹی فورسز نے ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مسلمانوں کو جیلوں میں تفتیش کے نام پر قید کیا ہوا ہے اور ڈھائی سو کے قریب روہنگیا نوجوانوں کو بودھوں پر حملوں کے جھوٹے الزام میں سزائے موت اور عمر قید کی سزائیں سنائی جا چکی ہیں۔ اقوام متحدہ کے ادارے کا کہنا ہے کہ روہنگیا مسلمانوں پر سرکاری حملے کا ایک حالیہ واقعہ Pauktaw ضلع میں پناہ گزین کیمپ میں اس وقت پیش آیا جب ngct cnaun سے آنے والے برمی فوجیوں کے ایک دستے نے کیمپ میں موجود مسلمانوں پر فائرنگ کی اور آتش گیر مادہ چھڑک کر ان کو اقوام متحدہ کی جانب سے فراہم کئے جانے والے خیموں کو پھونک ڈالا۔ واقعے میں ایک کم سن بچی فوجی فائرنگ سے موقع پر دم توڑ گئی۔

(بشکریہ روزنامہ ’’امت‘‘)

☆☆☆

سنا ہے جنگلوں کا بھی کوئی دستور ہوتا ہے

(زہرہ نگاہ)

سنا ہے جنگلوں کا بھی کوئی دستور ہوتا ہے
سنا ہے شیر کا جب پیٹ بھر جائے
تو وہ حملہ نہیں کرتا
سنا ہے جب کسی ندی کے پانی میں
بئے کے گھونسلے کا گندمی سایہ لرزتا ہے
تو ندی کی روپہلی مچھلیاں اس کو
پڑوسی مان لیتی ہیں
ہوا کے تیز جھونکے جب درختوں کو ہلاتے ہیں
تو مینا اپنے گھر کو بھول کر
کوے کے انڈوں کو پروں میں تھام لیتی ہے
سنا ہے گھونسلے سے جب کوئی بچہ گرے تو
سارا جنگل جاگ جاتا ہے
ندی میں باڑ آ جائے
کوئی پل ٹوٹ جائے
تو کسی لکڑی کے تختے پر
گلہری، سانپ، چیتا اور بکری
ساتھ ہوتے ہیں
سنا ہے جنگلوں کا بھی کوئی دستور ہوتا ہے
خداوندا! جلیل و معتبر، دانا و بینا، منصف و اکبر
ہمارے شہر میں اب
جنگلوں کا ہی کوئی دستور نافذ کر

دُعائے صحت کی اپیل

ادارہ قرآن اکیڈمی لاہور کے سینئر کارکن رفیق تنظیم اسلامی عبدالمتین مجاہد کی والدہ کو برین ہیمرج ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ (آمین)

قارئین اور رفقائے تنظیم سے بھی اُن کے لئے دُعائے صحت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ
لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

ضرورت رشتہ

☆ ناروے میں مقیم 50 سالہ غیر شادی شدہ مرد کے لیے 30 تا 35 سالہ کنواری، بیوہ یا مطلقہ (بغیر بچوں کے) دینی مزاج کی حامل پڑھی لکھی خاتون کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0300-4590090

☆ راولپنڈی میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 40 سال قد 5.8، تعلیم ایم بی اے، ایم ایس سی کمپیوٹر سائنس، سعودی عرب میں ملازم کے لئے دیندار گھرانے سے ڈاکٹر لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0344-5514627

☆ ملتان میں رہائش پذیر 56 سالہ بزرگ، تعلیم بی اے (بیوی وفات پا گئیں) کے لئے دینی مزاج کی حامل بیوہ/ مطلقہ کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 0301-7481798

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی دو بیٹیوں، عمریں 25 اور 23 سال، تعلیم بالترتیب ایم ایس سی کیمسٹری اور ایم ایس سی اکنامکس کے لیے دینی رجحان کے حامل برسرِ روزگار لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔
برائے رابطہ: 0333-4008638

☆ مجھے اپنے بھائی، عمر 38 سال، تعلیم ایم بی اے، انگلینڈ میں رہائش پذیر، ذاتی گھر، ذاتی کاروبار کے لئے کنواری/ مطلقہ/ خلع یافتہ خاتون جس کا پہلے سے کوئی بچہ نہ ہو جو انگلینڈ میں رہ سکے، کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0323-5305650

دعائے مغفرت کی اپیل

○ تنظیم اسلامی گلستان جوہر II کے امیر آصف حبیب پراچہ کے والد محترم رحلت فرما گئے۔
○ رفیق تنظیم منفرد اسرہ عارفوالا مسعود ارشد کے برادر نسبتی وفات پا گئے۔
○ حلقہ پنجاب شرقی کے رفیق تنظیم حاجی محمد ابراہیم کے بھائی انتقال کر گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ رفقاء و احباب سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ
وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ڈرون حملوں کی تباہ کاریاں

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

میزبان: وسیم احمد

مہمانانِ گرامی	
	حافظ محمد داؤد خان وزیر (سربراہ ڈرون متاثرہ خاندان، جنوبی وزیرستان)
	ایوب بیگ مرزا (ناظم نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

سوال : داؤد خان صاحب! آپ کا تعلق کس علاقے سے ہے اور آپ کیا کرتے ہیں؟

داؤد خان : میرا تعلق وانا (جنوبی وزیرستان) سے ہے۔ وانا کے عین وسط میں ہمارا گاؤں ڈھوک کلی واقع ہے۔ ہمارا گھر اور ہماری زمین بھی وہیں ہے۔ سیب کے باغات ہیں۔ ہم کھیتی باڑی کرتے ہیں اور سبزیاں اُگاتے ہیں۔ میری تعلیم مڈل ہے۔ اُردو میں اتنی مہارت نہیں ہے۔

سوال : کیا آپ کا تعلق کبھی کسی کالعدم تنظیم یا تحریک طالبان سے رہا ہے؟

داؤد خان : نہیں! میرا تعلق کبھی کسی کالعدم تنظیم سے نہیں رہا۔ بس میں اپنے کام سے کام رکھتا ہوں۔ سب کو معلوم ہے کہ میں سارا دن اپنے باغات میں کام کرتا ہوں، یا کھیتی باڑی میں مصروف رہتا ہوں۔ ہمارے لئے آسان نہیں کہ کسی تنظیم میں شامل ہو کر اُسے وقت دے سکیں۔

سوال : جس وقت آپ کے گھر پر ڈرون حملہ ہوا، آپ کیا کر رہے تھے؟

داؤد خان : اس وقت تقریباً رات کے نو بجے تھے۔ ہم تین بھائی گھر میں تھے۔ ہمارے بھائی کے ایک دوست جو مدرس ہیں، بھی آئے ہوئے تھے۔ وہ ہمارے مہمان تھے۔ چند دن پہلے شکئی میں ایک ڈرون حملہ ہوا تھا اور ہم اس کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے۔ ہم گھر کے مہمان خانہ میں بیٹھے تھے کہ میرا چھوٹا بچہ چائے لے کر آیا۔ ہم چائے پی کر سونے ہی والے تھے کہ ہم پر ڈرون حملہ ہوگیا۔ ڈرون جب گھوم رہے تھے تو ہمیں آوازیں آ رہی تھیں۔ مگر ہمیں کیا معلوم تھا کہ حملہ ہمارے اُوپر ہونے والا ہے۔ اچانک اندھیرا چھا گیا۔ ڈرون حملے میں نشانہ سیدھا لگتا ہے۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بم بالکل ہمارے درمیان میں گرا۔ وہ گائیڈڈ بم ہوتے ہیں۔ دو بم ایک کمرے میں لگے، اور دو دوسرے کمرے میں۔ یہ بم آدمی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ جسم کے کئی ٹکڑے 20، 30 گز دور تک جا گرتے ہیں۔ ہاتھ اِدھر پیر اُدھر۔ جس طرح جُوسر مشین میں ٹماٹر اور پیاز وغیرہ مکس ہو جاتا ہے، ڈرون بم سے کچھ یہی معاملہ انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

سوال : اس حملے میں کتنے لوگ شہید اور زخمی ہوئے؟

داؤد خان : ہم چار آدمی کمرے میں بیٹھے تھے، پانچواں میرا بیٹا تھا۔ اچانک زوردار دھماکہ ہوا جس کی آواز تقریباً 15 کلومیٹر تک سنی گئی۔ چند منٹوں تک ہمیں بالکل پتا نہیں چلا کہ کس کے ساتھ کیا ہوا۔ البتہ میں ہوش و حواس میں تھا۔ کچھ دیر بعد میں نے اللہ کا نام لے کر تھوڑی حرکت کی۔ گھر کا سارا ملبہ ہمارے اُوپر گرا۔ لیکن میں اس وقت اپنی مدد آپ کے تحت اس ملبے سے نکل گیا اور باہر کھلی جگہ پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد لوگ ہماری مدد کو آئے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ سب کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہوں گے، کیونکہ ایسے واقعات لوگوں کے سامنے ہو چکے ہیں۔ ہمارے پاس لوگ فوراً نہیں آئے، کیونکہ پہلے ایسا بھی ہوا تھا کہ جو امدادی کارکن آتے تھے ان پر بھی ڈرون حملہ ہوا تھا۔ کچھ دیر میں چند جوشیلے نوجوان آ گئے۔ وہ جب میرے پاس آئے تو میں نے انہیں بتایا کہ میں ٹھیک ہوں، اندر جا کر دوسروں کو نکالو۔ انہوں نے میرے دونوں بھائیوں کو زخمی حالت میں نکالا۔ مہمان بھی زخمی تھا، لیکن صحیح سلامت تھا۔ میرا بیٹا شہید ہو چکا تھا۔ ہم سب زخمی ہوئے تھے۔ ایک بھائی معمولی زخمی تھا۔ اسے اسی رات ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا۔ مجھے کمر میں چوٹ آئی تھی۔ اُٹھنا بیٹھنا مشکل تھا، ایک انگلی بھی ٹوٹ گئی تھی۔ اس کے علاوہ کئی زخم تھے، لیکن وہ زخم معمولی تھے۔ مجھے پانچ دن ہسپتال میں رکھا گیا۔ اِس کے بعد ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا۔ جبکہ دوسرا بھائی علاج کے لیے لاہور آ گیا کیونکہ وہ زیادہ زخمی تھا۔ ہسپتال میں لوگ عیادت کے لیے قطاروں میں آتے تھے۔ اس لیے نہیں کہ میں کوئی بڑا آدمی ہوں، بلکہ اس لیے کہ ہم اس حملے میں کیسے بچ گئے۔ میں ہسپتال میں چارپائی پر بیٹھا ہوتا تو پانچ چھ آدمی اندر آتے اور حال احوال پوچھ کر چلے جاتے۔ پھر اس کے بعد اگلے پانچ چھ افراد آتے اور پوچھتے کہ پیر ہلاؤ تو میں اپنے پاؤں ہلا دیتا تھا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ میرے پاؤں کٹ گئے ہوں گے۔ انہیں حیرت تھی کہ میں زندہ سلامت اور ٹھیک ٹھاک ہوں۔ کوئی ہاتھ ہلانے کا کہتا، کوئی سر ہلانے کے لیے کہتا تھا۔ میں نے ہسپتال والوں سے کہا کہ مجھے کہیں اور منتقل کر دیں، اگر میں ان کو جواب دیتا رہوں گا تو میری صحت مزید خراب ہو سکتی ہے۔

سوال : آپ کے شہید ہونے والے بیٹے کی عمر کیا تھی؟ کیا وہ پڑھتا تھا؟

داؤد خان : اس کی عمر 14،13 سال تھی۔ وہ حافظِ قرآن تھا اور مقامی اقرا سکول میں چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا۔ وہ ایک ہونہار طالب علم تھا۔ ہر امتحان میں اول آتا اور انعام حاصل کرتا تھا۔ سکول کی اسمبلی میں صبح تلاوت کی ذمہ داری عموماً اسی کی ہوتی تھی۔ وہ سکول میں ہردلعزیز تھا۔ اُس کے جنازے میں سکول کے سارے لڑکے آئے تھے۔ وہ سب اشکبار تھے۔

سوال : آپ کے علاقے میں جب ڈرون حملہ ہوتا ہے تو کیا حکومت کی طرف سے زخمیوں کو ہسپتال لے جانے کا بندوبست ہوتا ہے اور حکومتی نمائندہ آپ کی خبرگیری کے لیے آتا ہے؟

داؤد خان : کوئی نہیں آتا۔ ہمارے رشتہ دار اور پڑوسی ہی مدد کو آتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے مالی امداد بھی نہیں ملتی۔ علاج معالجے پر ہم اپنا پیسہ لگاتے ہیں۔ میرا جو بھائی علاج کے لیے لاہور آیا تھا، اس نے اپنے پیسوں سے علاج کرایا تھا۔ وہ اب مقروض ہو چکا ہے۔ لاہور کے گھرکی ہسپتال میں اس کا علاج ہوا۔ ڈاکٹر عامر عزیز سے علاج کرایا۔ انہوں نے اگرچہ بہت رعایت کی لیکن پھر بھی خرچ تو ہوتا ہے۔

سوال : جب ڈرون حملہ ہوتا ہے تو اس وقت آثار کیا ہوتے ہیں۔ ڈرون جہاز نظر آتا ہے یا اس کی آواز آتی ہے؟

داؤد خان : ڈرون جہاز بھی صاف طور پر نظر آتا ہے اور اس کی آواز بھی آتی ہے۔ اُس کی آواز بہت تیز ہے اور جنگی جہاز سے تھوڑی مختلف ہے۔ لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ ڈرون آ گیا۔ کبھی کبھی ایک ڈرون آتا ہے۔ عموماً اس سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ ایک ڈرون آنے سے ہم نہیں گھبراتے۔ لیکن جب دو تین ڈرون آ جاتے ہیں تو پھر لوگوں میں خوف بڑھ جاتا ہے۔ انہیں اندازہ ہو جاتا ہے کہ اب کچھ ہونے والا ہے۔ البتہ اس ڈرون کا ٹارگٹ مخصوص شخص ہوتا ہے، اس لیے ہم اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہیں اور اس سے چھپتے نہیں۔ البتہ جس شخص کو اپنے بارے میں اندیشہ ہو وہ اِدھر اُدھر چھپ جاتا ہے۔

سوال: ڈرون حملہ کیسے ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جہاں حملہ کروانا مقصود ہو اس مقام پر کوئی chip رکھی جاتی ہے؟

داؤد خان: بالکل ایسا ہی ہے۔ امریکا چپ (chip) ہی سے نشانہ لگاتا ہے، البتہ جو جاسوس پکڑے گئے، ان سے مزید معلومات بھی ملی ہیں۔ جاسوس بتاتے ہیں کہ ہم افغانستان میں فلاں ایجنسی کے ایجنٹ ہیں۔ ہمیں اس جاسوسی کے عوض کافی رقم ملتی ہے۔ ہم یہاں نشئی اور آوارہ لوگوں کو کہتے ہیں کہ یہ chip فلاں جگہ جا کر رکھو، تو تمہیں دو لاکھ یا تین لاکھ ملے گا۔ وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ یہ رقم جو وہ یہاں مقامی لوگوں کو دیتے ہیں اُس رقم کے مقابلے میں بہت کم ہے جو خود انہیں افغانستان میں ملتی ہے۔ افغانستان میں انہیں کروڑوں کے حساب سے پیسے ملتے ہیں۔ ان جاسوسوں سے یہ بات بھی اگلوائی جاتی ہے کہ تمہارے ساتھی کون سے تھے اور پھر وہ بھی پکڑے جاتے ہیں۔ ہمارے علاقے میں جنہوں نے chip رکھی تھی اُن کو دو لاکھ روپے ملے تھے۔ وہ دو آدمی تھے۔ یہ chip رکھنے والے عام طور پر نشئی اور آوارہ لوگ ہوتے ہیں۔ ان کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں ہوتی بلکہ پیسوں کی خاطر یہ کام کرتے ہیں۔ جب ہمارے گھر پر حملہ ہوا تو اس وقت میڈیا نے پہلی خبر یہ نشر کی تھی کہ ڈورن حملہ میں پانچ دہشت گرد مارے گئے۔ لیکن بی بی سی کے ایک نمائندہ نے جس کا ہمارے گاؤں میں گھر ہے، بی بی سی کو صحیح صورتِ حال بتائی کہ ڈرون حملہ میں اسکول کا ایک طالب علم شہید ہو گیا۔ اور اُس نے ہمارے نام لے کر یہ بھی بتایا کہ حملے میں فلاں فلاں لوگ زخمی ہوئے ہیں۔

سوال: ڈرون حملے chip کے ذریعے ہی ہوتے ہیں یا کوئی اور طریقہ بھی ہے؟

داؤد خان: ایک طریقہ chip والا ہے۔ ایک دوسرا طریقہ بھی ہے۔ جس میں ایک خاص قسم کی سیاہی استعمال کی جاتی ہے۔ جہاں پر وہ سیاہی لگی ہوتی ہے وہاں پر حملہ ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سیٹلائٹ کے ذریعے بھی انہیں معلومات ملتی ہیں۔ مثلاً جب کسی گاڑی کو نشانہ بناتے ہیں تو اس سے پہلے سیٹلائٹ کے ذریعے اس کی معلومات لیتے ہیں۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مطلوبہ شخص کی تصویر مل جائے۔ اس سے بھی کام چلا لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی طریقے ہیں جو ہمارے تجزیہ نگار بتاتے ہیں۔

سوال: ایوب بیگ صاحب! جیسا کہ داؤد خان نے بتایا کہ افغانستان سے لوگ آتے ہیں اور یہاں سے نشئی اور آوارہ لوگوں کو لالچ دے کر chip ان کے حوالے کرتے ہیں اور ان کے ذریعے ڈرون حملوں کا سلسلہ چلتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ بارڈر پر نیٹو فورسز اور ہماری اتنی زیادہ فوج ہونے کے باوجود یہ لوگ کیسے اِدھر اُدھر سفر کرتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: اصل میں بات یہ ہے کہ افغان حکمرانوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ افغانستان میں اصل حکمران امریکا ہے۔ کرزئی اور اس کی حکومت کی حیثیت امریکا کے ایجنٹ یا کٹھ پتلی کی ہے۔ یہ لوگ امریکا کی ڈکٹیشن پر کام کرتے ہیں۔ ظاہر ہے، یہ ٹیکنالوجی امریکا کی ہے۔ افغانستان بس مڈل مین کا کردار ادا کرتا ہے۔ چونکہ افغانستان کے لوگوں کی ہمارے قبائلیوں سے کافی شناسائی ہے، وہ ان کی زبان بھی جانتے ہیں۔ لہٰذا کوئی شریف آدمی یہ کام کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا کہ بلا وجہ کسی کو موت کے منہ میں دھکیل دے۔ البتہ وہ لوگ جو نشے کے عادی ہیں، جنہیں بس ڈالروں سے غرض ہوتی ہے وہ آسانی سے آلۂ کار بن جاتے ہیں۔ یہ یقیناً ایک chain ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امریکا افغانستان میں کسی ادارے یا کسی ایجنسی کو یہ کام سپرد کرتا ہے۔ وہ ایجنسی آگے اپنے آدمی بھیجتی ہے۔ ان آدمیوں کے تعلقات ان لوگوں سے ہوتے ہیں جن کے ذریعے یہ کام کروایا جاتا ہے۔ اصل میں یہ سب کچھ امریکا کی سرپرستی میں ہوتا ہے۔ اصل حکم امریکا کا چلتا ہے، باقی دوسرے تو اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

سوال: والدین کے اپنے بچوں کے بارے میں کچھ خواب ہوتے ہیں۔ آپ اپنے شہید ہونے والے بیٹے کو کیا بنانا چاہتے تھے؟

داؤد خان: میری ایک ہی خواہش تھی کہ میرا بیٹا پاکستان کی خدمت کرے۔ اسلام اور پاکستان کی محبت اس کے دل میں جاگزیں تھی۔ وہ بڑا ہو کر فوجی بننا چاہتا تھا۔ وہ مجھ سے اکثر پوچھتا رہتا تھا کہ میجر عزیز بھٹی کیسے شہید ہوئے۔ نشانِ حیدر کیا ہے۔ ٹیپو سلطان اور راشد منہاس وغیرہ اس کے آئیڈیل تھے۔ اُسے حافظ قرآن بننے کی خواہش تھی، چنانچہ وہ حافظ بن گیا۔ اب اس کی خواہش تھی کہ میں تعلیم حاصل کروں اور پاکستان کے لیے کچھ کر کے دکھاؤں۔

سوال: ڈرون حملے میں ہونے والے نقصان کا ذمہ دار آپ فوج، حکومت یا امریکا میں سے کس کو سمجھتے ہیں؟

داؤد خان: میں اس کا ذمہ دار امریکا کو سمجھتا ہوں، کیونکہ پاکستانی فوج ایسا نہیں کر سکتی۔ وہ اپنے ہم وطن مسلمانوں کو نہیں مار سکتی۔

ایوب بیگ مرزا: بلاشبہ ڈرون طیارے امریکن ٹیکنالوجی ہے اور امریکا ہی اس کو ریموٹ کے ذریعے کنٹرول کرتا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ڈوما ڈولا میں جو سب سے پہلے حملہ ہوا تھا اس میں تقریباً 84 کے قریب بچے شہید ہو گئے تھے۔ پاکستانی حکومت نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ یہ حملہ ہم نے خود کیا ہے۔ کیونکہ اس طرح وہ دکھانا چاہتے تھے کہ پاکستان کی خود مختاری کو کوئی چیلنج نہیں کر رہا۔ اس لیے پرویز حکومت نے یہ جھوٹ بولا تھا۔ بعد میں کثرت سے ڈرون حملے شروع ہوئے تو اس بات کا انکشاف ہوا کہ ڈرون حملے ہمارے ہاں شمسی ایئر پورٹ سے (جو متحدہ عرب امارات کی ملکیت ہے اور اس نے پاکستان کو استعمال کے لیے دیا ہوا ہے، اور امریکا نے متحدہ عرب امارات کے ذریعے پاکستان سے حاصل کر لیا تھا) یہ حملے ہو رہے ہیں۔ پرویز دور میں شمسی ایئر پورٹ پر مکمل طور پر امریکا کا قبضہ ہو گیا تھا۔ لہٰذا یہ حملے اگرچہ امریکا کی طرف سے کیے گئے، لیکن ہمارے مقتدر سیاسی و عسکری دونوں حلقے بھی ان میں ملوث تھے۔ میں نے لفظ ''تھے'' استعمال کیا ہے، اس لئے کہ میرے خیال میں اب ایسا نہیں ہو رہا (اگرچہ لوگ کہتے ہیں کہ اب بھی ایسا ہو رہا ہے۔) میرے نزدیک جب سلالہ پر حملہ ہوا اور اُس میں ہمارے بعض فوجی شہید ہوئے تو اس وقت شمسی ایئر پورٹ خالی کروا لیا گیا تھا۔ اس کے بعد یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان حملوں میں پاکستانی فوج یا پاکستانی حکومت ملوث نہیں ہوتی۔ لیکن سلالہ واقعہ سے پہلے جتنے ڈرون حملے ہوتے رہے، اُن کے بارے میں یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اُن میں پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت کی مرضی شامل تھی۔ بعض ایسی دستاویزات بھی سامنے آئی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان کی حکومت اِن میں ملوث ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ یوسف رضا گیلانی کا یہ خفیہ بیان وکی لیکس نے شائع کیا تھا جس میں انہوں نے امریکا کو یہ کہا تھا کہ آپ ڈرون حملے جاری رکھیں، ہم پارلیمنٹ میں محض واویلا کرتے رہیں گے۔ یہ کتنی کھلی منافقت ہے کہ ہم خود ڈرون حملے کروا رہے تھے۔ زرداری نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ ہم ڈرون حملوں کے حق میں ہیں اور مجھے کوئی پروا نہیں ہے کہ اس میں کتنے سویلین مرتے ہیں۔ یہ بات بھی وکی لیکس ہی نے لیک کی تھی۔ اندازہ کیجئے، ہمارے حکمرانوں کا کس قدر گھناؤنا کردار رہا ہے۔ میرے خیال میں اس وقت غالباً ایسا نہیں ہو رہا۔ اس وقت پاکستانی حکومت یا عسکری قیادت اس میں ملوث نہیں ہے۔

سوال: اگر آپ امریکا کو ان حملوں کا ذمہ دار سمجھتے ہیں تو کیا کبھی امریکا سے بدلہ لینے کا بھی سوچتے ہیں؟

داؤد خان: تقریباً سب ہی مظلوم لوگ اپنے اپنے

انداز میں امریکا سے بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ میرا ایک بھتیجا نمل یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد اس نے سوچا کہ میں امریکا پر خودکش حملہ کروں گا، کیونکہ بہت ظلم ہو رہا ہے، بے گناہ لوگ قتل ہو رہے ہیں۔ اس کو ہم نے سمجھایا، اس کے باپ اور اس کے دوستوں نے سمجھایا کہ تمہارا پڑھنے کا ٹائم ہے، اگلے سال تمہیں سکالرشپ کے ذریعے لندن یونیورسٹی میں جانا ہے، لیکن وہ کہہ رہا تھا کہ میں نے لندن یونیورسٹی نہیں جانا بلکہ امریکا سے انتقام لینا ہے۔ وہ اچانک جوشیلا نہیں ہوگیا بلکہ چار پانچ مہینے وہ سوچتا رہا۔ لوگ اسے سمجھاتے بجھاتے رہے، مگر وہ فیصلہ کر چکا تھا۔ لہٰذا اُس نے اپنی کتابیں اپنے دوستوں میں تقسیم کیں، اپنے کپڑے بھی تقسیم کر دیئے، صرف ایک پہنے ہوئے کپڑوں کے جوڑے کے ساتھ افغانستان (غزنی) چلا گیا۔ وہاں پر ملا عمر نے خودکش حملہ پر پابندی لگائی ہوئی ہے۔ صرف ایک صورت یہ رکھی ہے کہ امریکی کانوائے کے سامنے آ جاؤ اور face to face مقابلہ کرو۔ پھر اس نے ایسا ہی کیا۔ ایک اطلاع کے مطابق اس نے 2 یا 3 ٹینک برباد کیے۔ یہ کر کے بھی وہ بچ گیا۔ پھر کمانڈر نے اس کو کہا کہ اب تم گھر جاؤ، تم نے اپنا کام کر دیا۔ لیکن اس نے کہا کہ میں تو شہادت کا آرزومند ہوں، میں دوبارہ حملہ کروں گا۔ کمانڈر نے اسے حملے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ اس نے موقع پا کر دوسری دفعہ امریکیوں پر حملہ کر دیا اور تقریباً 2 ٹینک تباہ کیے اور خود بھی شہید ہوگیا۔ وہیں غزنی کے نزدیک ایک گاؤں میں اس کا مزار ہے۔

سوال: بیگ صاحب! داؤد خان کے بقول لوگ امریکا سے بدلہ لینے کے لیے یہاں سے افغانستان میں جا رہے ہیں۔ انہوں نے جو واقعہ سنایا کہ نمل یونیورسٹی کا ایک ہونہار طالب علم اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر وہاں پر گیا اور امریکیوں کو شدید نقصان پہنچا کر خود بھی شہید ہوگیا۔ اس واقعہ کے سننے کے بعد کیا امریکا کی یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ پاکستان مجاہدین کی نرسری ہے، یہاں سے جہادی لوگ افغانستان جا کر اس کے خلاف لڑتے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اصل میں دونوں طرف سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ افغانستان سے لوگ آتے ہیں اور ہماری چوکیوں پر حملہ کرتے ہیں، ہمارے فوجیوں پر حملہ کرتے ہیں۔ وہ ہمارے بعض اداروں پر حملہ کرتے ہیں۔ جواباً یہاں سے بھی وہ لوگ جاتے ہیں جو امریکا کے ڈرون حملوں کی زد میں آئے ہوتے ہیں یا ان کے عزیز و اقارب ڈرون حملوں میں شہید ہوئے ہیں۔ ظلم کے ردّعمل میں ان میں انتقام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جب امریکا ہماری خودمختاری کو روندتا ہوا ہماری سرحدوں کے اندر آ جاتا ہے اور ہمارے باشندوں کو مارتا ہے تو پھر وہ بھی اپنا حق سمجھتے ہیں کہ امریکا سے بدلہ لیں۔ امریکا کا یہ رونا دھونا کہ پاکستان سے لوگ افغانستان آتے ہیں اور ہمیں مار جاتے ہیں ٹسوے بہانے کے مترادف ہے۔ امریکا دنیا کی سپریم پاور ہے۔ اگر اسے اپنی طاقت کا اتنا ہی مان ہے تو عورتوں کی طرح رونا نے دھونے کی بجائے وہ ایسے انتظامات کیوں نہیں کرتا کہ جس جگہ اس نے تسلط قائم کیا ہے، جہاں اس نے جابرانہ طور پر قبضہ کیا ہوا ہے وہاں تمام سرحدوں کو اس طرح سیل کر دے کہ کوئی آ نہ سکے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک وقت میں پاکستان نے امریکا کو پیشکش کی تھی کہ آپ اور ہم مل کر افغانستان کے بارڈر پر باڑ (fence) لگاتے ہیں۔ لیکن امریکا کی یہ بدنیتی تھی کہ اس نے وہ نہیں لگانے دی، کیونکہ وہ خود افغانستان سے آدمی ادھر بھیجنا چاہتا تھا، جو پاکستان میں آ کر دہشت گردی کریں۔ پاکستان کے مختلف شہروں اور بازاروں میں جو دہشت گردی ہوتی ہے، یہ اصل میں انہی کا کیا دھرا ہوتا ہے۔ پاکستان تو یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم غریب ہیں، ٹیکنالوجی میں پسماندہ ہیں، ہمارے پاس وہ آلات نہیں ہیں جو ان لوگوں کو مانیٹر کر سکیں، امریکا یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو روک نہیں سکتا۔ اگر امریکا ایک سپر پاور ہے تو وہ ایسے انتظامات کرے کہ لوگ وہاں نہ جا سکیں۔ آپ سمارٹ بم، ڈیزی کٹر بم اور خدا جانے کیا کیا آلات استعمال کرتے ہیں۔ آپ ٹیکنالوجی استعمال کر کے لوگوں کو نہیں روک سکتے، تو پھر اپنے آپ کو لعن طعن کریں۔ عقلِ عام یہ کہتی ہے کہ جب امریکا ہماری فضائی حدود کی خلاف ورزی کر کے بے گناہ لوگوں کے جسموں کے پرخچے اڑاتا ہے تو وہاں کے قبائلی لوگوں کا کیوں یہ حق نہیں ہے کہ وہ افغانستان جا کر امریکا سے بدلہ لیں۔ امریکا اگر سپر پاور ہے تو یہ شکایتیں لگانا چھوڑے اور لوگوں کو روکے۔ امریکی اگر یہ چاہیں کہ وہ فضائی حدود کی خلاف ورزی بھی کرتے رہیں اور افغانستان سے دہشت گرد بھی بھیجتے رہیں اور یہاں سے لوگ اس کے ردّعمل میں وہاں نہ جائیں تو یہ کھلا تضاد ہے۔ امریکا کی جارحانہ کارروائیاں ہی اصل دہشت گردی ہے۔

سوال: آپ لوگوں نے ازبکستان، چیچنیا، تاجکستان اور عرب ممالک سے آئے ہوئے لوگوں کو پناہ کیوں دے رکھی ہے؟

داؤد خان: جب امریکا افغانستان میں آیا تو باہر سے آئے ہوئے لوگ ہمارے پاس آ گئے، کچھ مجاہدین کی شکل میں اور کچھ مہاجرین کی شکل میں۔ مہاجرین کی شکل میں آنے والوں کو ہمارے لوگوں نے پناہ دی۔ آہستہ آہستہ وہ اپنی جڑیں مضبوط کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ اچھی طرح مضبوط ہو گئے۔ بعد میں وہ حکومت کے ساتھ لڑائی کرنے لگے۔ حکومت نے ان غیرملکیوں کے خلاف آپریشن کیا، جس میں بہت سے غیرملکی مارے گئے۔ ٹی وی پر تقریباً 200 سے 300 تک تعداد بتائی جاتی تھی۔ بہرحال یہ تعداد سینکڑوں میں تھی۔ بچنے والوں نے افغانستان میں جا کر پناہ لے لی۔ یوں وانا مکمل طور پر غیرملکیوں سے خالی ہوگیا۔

ایوب بیگ مرزا: میں ان کی بات میں اضافہ کروں گا کہ اصل میں حقیقت کیا ہے۔ اصل میں یہ وہ لوگ تھے جنہیں سوویت یونین کے خلاف جہاد میں امریکا دنیا بھر سے خود لایا تھا۔ اس وقت امریکا جہاد کا بڑا قائل تھا۔ اُسے مسلمانوں کا یہ جہاد بہت پسند تھا۔ تب امریکا کو قرآن اور اُس کی جہادی تعلیمات بہت یاد آتی تھیں۔ ایک اطلاع کے مطابق ان مجاہدین کا اس وقت وائٹ ہاؤس (امریکا) میں آنا جانا بھی تھا۔ یہ تقریباً 1980ء کی بات ہے۔ وہ لوگ جب یہاں آئے تو ان میں سے کچھ لوگوں نے یہاں شادیاں کر لیں۔ یہاں ان کے بچے پیدا ہوئے۔ پھر انہوں نے پاکستان کے شناختی کارڈ بنوا لیے۔ جب یہ صورتِ حال ہوگئی تو آپ انہیں ایک لحاظ سے غیرملکی نہیں کہہ سکتے۔ اس کے باوجود وہ آپریشن ہوا اور ان میں کچھ ایسے عناصر ہوں گے جنہیں نکالا گیا ہوگا۔ بہرحال امریکا خود جنہیں لایا تھا، اب اُسے وہ غیرملکی نظر آ رہے ہیں اور انھیں دہشت گرد کہا جا رہا ہے۔

سوال: آپ صلح پسند اور پرامن لوگ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ پھر فوج کے ساتھ مسلسل لڑنے والے کون لوگ ہیں؟

داؤد خان: 2002ء کے بعد ہمارے ہاں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہے۔ البتہ کبھی کبھار چھوٹی موٹی کارروائیاں ہو جاتی ہیں۔ کئی سال پہلے غیرملکیوں کو نکالنے کے بعد حکومتی اداروں، مقامی طالبان اور عوام تینوں نے مل کر ایک 120 رکنی کمیٹی بنائی، جس میں ہر قبیلے کے علماء، ملک صاحبان اور مشران شامل ہیں۔ یہ کمیٹی حکومت، طالبان اور عوام کی رضامندی سے بنائی گئی۔ جب بھی کوئی چھوٹا موٹا واقعہ ہوتا ہے تو کمیٹی صلح صفائی کرا دیتی ہے۔ حکومت، طالبان اور مقامی لوگوں کا یہ ایک پختہ معاہدہ ہے۔ اگر طالبان یا کوئی شرپسند معاہدے کی خلاف ورزی کرے تو یہ کمیٹی مسئلہ تین چار دنوں میں حل کر لیتی ہے۔ آج وہاں مکمل طور پر امن و امان ہے۔ اس لیے 2002ء کے بعد کوئی آپریشن نہیں ہوا۔ سارا معاملہ ڈرون حملوں کی وجہ سے بگڑتا ہے۔ [مرتب: فرقان دانش]

☆☆☆

''آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا!''

عتیق الرحمٰن صدیقی

بسکہ دشوار ہے ہر اک کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

مادیت کی ظاہری چکاچوند اور دل فریبی تو ملاحظہ کیجئے کہ حضرت انسان اس کے رنگ و بو میں ایسا الجھا اور اس کی سحر انگیزی سے ایسا مسحور ہوا کہ فیصلہ نفع و ضرر کی بخشندہ صلاحیتیں افلاس کا شکار ہونے لگیں۔ اس کے خیالات میں ایسا تلاطم بپا ہوا کہ اسے نہ تو گفتار کے اسلوب پر قابو رہا اور نہ اپنے کردار کی جہت کو راست روی پر کار بند رکھنے میں وہ فائز المرام ہوا۔ متنوع خیالات کے ہجوم کی بدولت وہ اپنی ہیجان کا درماں کرنے سے قاصر رہا۔

گفتار کے اسلوب پہ قابو نہیں رہتا
جب روح کے اندر متلاطم ہوں خیالات

انسانیت کو عزو افتخار سے نوازا گیا تھا، خشکی اور تری میں اس کا کوئی مثیل نہ تھا۔ فردوس بریں اس کا مسکن تھی، ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ (بنی اسرائیل:70) کے شرف سے وہی مشرف تھا، رب کریم نے فرمایا ''شاہد ہیں جبل تین، کوہ زیتون اور طور سینین اور یہ پُر امن سرزمین کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر بنایا، پھر ہم نے اسے ادنیٰ درجہ میں ڈال دیا جبکہ وہ خود گرنے والا بنا۔'' (التین: 1 تا 5)

وہ انسانیت کی معراج پر ضوفشاں تھا۔ چنانچہ فرشتے اس کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ خلافت کی خلعت فاخرہ سے اس کی جلالت قدر میں اضافہ ہوا۔ ''دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں'' کا سا سماں پیدا ہوا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ

ہم سب اپنا آپ چھپاتے پھرتے ہیں
ہم انسان فرشتوں کی تمثیلیں ہیں

وہ فرشتوں کا معلم تھا، اسے جو اعزاز ملا وہ اس کا نہایت قیمتی اثاثہ تھا۔ جب وہ سنبھل کے چلا تو قوموں کی امامت اور سیادت اس کا مقدر تھی۔ عقیدۂ توحید اس کے ماتھے کا جھومر تھا۔ اسے اپنی پہچان عزیز تھی، وہ ارض وسماء کے خالق کی چوکھٹ کے سوا کسی دہلیز پر سرنگوں ہونے کے لیے آمادہ و تیار نہ تھا۔ وہ صرف اپنی اقدار پر نازاں تھا، مگر جب اس کے ایک سجدہ کو گراں سمجھا تو وہ لڑکھڑانے لگا اور ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گر کر رہ گیا۔

ایک دروازے کو اے آزاد چھوڑا تو نے
کیا بتاؤں کتنے دروازوں پر رسوائی ہوئی

دل میں سارا کھوٹ ہی کھوٹ ہو اور تن پہ لبادہ کوئی اور ہو تو ایسے میں انسانیت کی قبا تار تار ہونے لگتی ہے اور اس کی رسوائی کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ انسانیت نام ہے حسن کردار کا۔ اگر یہ حسن ماند پڑ جائے تو انسان کا تشخص غتربود ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس نے بظاہر انسان کا بہروپ بھر رکھا ہوتا ہے مگر درحقیقت وہ حیوان ہوتا ہے۔

بات کردار کی ہوتی ہے وگرنہ عارف
قد میں سایہ بھی تو انسان سے بڑا ہوتا ہے

حرص، طمع، خودغرضی، رشوت ستانی، نشہ بازی، کمینہ پن، غیظ وغضب اور ایسی ہی دوسری خصلتوں میں جو لوگ غرق ہو جاتے ہیں وہ اخلاقی حیثیت میں فی الواقع سب نیچوں سے نیچ ہو جاتے ہیں۔ کیا آپ نے دیکھا کہ جب ایک قوم دوسری قوم کی دشمنی میں اندھی ہو جاتی ہے تو کس طرح وہ درندگی میں تمام درندوں کو مات کر دیتی ہے۔ امریکہ، برطانیہ اور دوسری اسلام دشمن قوتوں کو دیکھئے کہ انہوں نے دہشت گردی کے نام پر دہشت گردی کی انتہا کر دی۔ لاکھوں افراد ان کی دہشت کی نذر ہو گئے۔ اسرائیل کی خون آشامی اور سفاکیت کو ملاحظہ کیجئے کہ اس نے لبنان میں بہیمیت کی انتہا کر دی۔ انڈیا نے کشمیر میں آزادی کی جدوجہد کرنے والوں کو جس طرح جور و جفا اور ظلم وستم کا نشانہ بنایا، امریکہ نے افغانستان و عراق میں جس طرح آتش و آہن کی بارش کی، مصر میں بیگانوں نے نہیں اپنوں نے اخوان پر جو ستم ڈھایا، شام میں جو خونین منظر دیکھنے کو ملا تو کیا نوع بشر اس پر شرمندہ نہ ہو؟

درندہ تو صرف اپنی غذا کے لیے جانور کا شکار کرتا ہے، جانوروں کا قتل عام نہیں کرتا، مگر انسان خود اپنے ہی ہم جنس انسانوں کو چیرنے پھاڑنے سے دریغ نہیں کرتا۔ درندہ صفت اپنے پنجوں اور دانتوں سے کام لیتا ہے، مگر یہ احسن تقویم میں پیدا ہونے والا انسان اپنی عقل سے کام لے کر توپ، بندوق، ٹینک، ہوائی جہاز، ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور دوسرے بے شمار ہتھیار ایجاد کرتا ہے۔ تاکہ آن کی آن میں پوری پوری بستیوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔ ان لرزہ خیز مظالم کے بعد بھی اگر کوئی انسانیت کا محسن کہلائے اور ظلم وستم کو تاویلات کا لبادہ اوڑھا کر حقوق انسانی کے تحفظ کا راگ الاپے تو کیا یہ ایک عظیم المیہ نہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ ایمان، عمل صالح، توصیت حق اور توصیت صبر کے بغیر انسان خسارے میں ہے۔ یہ اس کا فرمان ہے جس نے جن وانس اور پوری کائنات کو پیدا کیا۔ اس نے انسان سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے انسان! کس چیز نے تجھے اپنے رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا، جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے نک سک سے درست کیا، تجھے متناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا؟ ہرگز نہیں بلکہ دراصل بات یہ ہے کہ تم لوگ جزا و سزا کو جھٹلاتے ہو حالانکہ تم پر نگراں مقرر ہیں۔ ایسے معزز کاتب جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں'' (الانفطار)

یہ انتشار و خلفشار، قتل و غارت، انسانی خون کی ارزانی، یہ بدامنی، یہ مایوسی و بے چینی، یہ مہنگائی اور بے روزگاری ''اے بادصبا ایں ہمہ آوردہ تست'' یہ سب اپنا کیا کرایا ہے۔ کاش کہ ہم حقیقی معنوں میں شرمسار ہوں، نمناک آنکھوں کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوں۔ سچی توبہ ہی ہمارے دردوں کا مداوا اور ہمارے دکھوں کا علاج ہے۔

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
اک بار خطا ہو جاتی ہے، سو بار ندامت ہوتی ہے

☆☆☆

دینی مدارس کا نصاب: چند توجہ طلب پہلو

مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن
ناظم اعلیٰ رابطۃ المدارس الاسلامیہ پاکستان

11 مارچ 2013ء کو اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے زیر اہتمام کونسل کے آڈیٹوریم اسلام آباد میں ''نصاب سازی کا طریقہ کار اور اس کی فکری و نظریاتی بنیادیں'' کے موضوع پر ایک گول میز مذاکرہ کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین مولانا محمد خان شیرانی کی زیر صدارت منعقدہ اس مذاکرہ میں دینی مدارس کے پانچوں امتحانی بورڈز کے ذمہ داران شریک ہوئے تھے۔ اس موقع پر رابطۃ المدارس الاسلامیہ کی نمائندگی کرتے ہوئے راقم الحروف نے جو گفتگو کی، اس کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (مرتب)

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

محترم جناب محمد خان شیرانی صاحب چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، ذمہ داران اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان ''نصاب سازی کا طریقہ کار اور اس کی فکری اور نظریاتی بنیادیں'' کے عنوان سے زیر بحث موضوع کا تعلق دینی مدارس کے نصاب سے ہے، جس کی وضاحت کونسل کی طرف سے ارسال کردہ مراسلہ میں بھی کی گئی ہے۔ اس حوالہ سے چند گزارشات آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے تو میں دینی مدارس سے متعلق ایک اہم موضوع پر اس مذاکرہ کے انعقاد پر مولانا محمد خان شیرانی صاحب اور ان کی ٹیم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ اس مذاکرہ کا اہتمام اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزارت تعلیم کی طرف سے ہوتا، لیکن نظریۂ اسلام کی تعلیم شاید اس نظریاتی ملک کی وزارت تعلیم کی ترجیحات میں شامل نہیں ہے۔ بہر حال اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے یہ کاوش قابل قدر اور مستحسن ہے اور اس حوالہ سے کونسل نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی ہے۔ دوسری بات یہ عرض کروں گا کہ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ مدارس کے نصاب و نظام میں اصلاح اور Reforms کی باتیں کن عناصر کی طرف سے کی جاتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ باتیں دو مختلف عناصر کی طرف سے کی جاتی ہیں۔ ایک طرف براہ راست مغربی عناصر اور ان کے وہ مقامی ذہنی غلام ہیں جو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق مدارس کے نصاب میں تبدیلی ان کو قومی دھارے (main stream) میں لانے اور جدید تعلیم کے ذریعے مدارس کے فضلاء کے لئے روزگار کے مواقع فراہم کرنے کی بات کرتے ہیں۔ ان عناصر کی طرف سے پیش کردہ یہ تجاویز بظاہر پرکشش اور مفید نظر آتی ہیں، لیکن فی الحقیقت ان باتوں کے پیچھے مدارس کے لئے خیر خواہی کا کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہوتا بلکہ مختلف مواقع پر ان کے ظاہر کردہ خیالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عناصر دینی مدارس کو دہشت گردی اور رجعت پسندی کے مراکز تصور کرتے ہیں۔ اس حوالے سے میں مختصراً دو مثالیں آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

پہلا اقتباس اس مضمون کا ہے جسے ہارورڈ یونیورسٹی کینیڈی سکول آف گورنمنٹ کی ریسرچ سکالر ڈاکٹر جسیکا سٹرن (Dr.Jesseka Stern) نے تحریر کیا ہے اور جس سے دینی مدارس کے بارے میں اس کے ذہنی تصور کی عکاسی ہوتی ہے۔ یہ امریکی مصنفہ لکھتی ہے: ''چونکہ ان دینی مدارس پر حکومت پاکستان کی کوئی نگرانی نہیں ہے اس لئے یہ مدارس تنگ نظر اور دہشت گرد عناصر کے تربیتی مراکز بن چکے ہیں۔'' (روزنامہ ڈان کراچی 2 دسمبر 2000ء)

اسی طرح ایک امریکی تھنک ٹینک ''دی بروکنگز انسٹی ٹیوٹ'' واشنگٹن کے ڈاکٹر پیٹر ڈبلیو سنگر نے 2001ء میں Pakistan s Madrassahs: Ensuring a System of Education and jihad کے عنوان سے پاکستان کے دینی مدارس پر ایک مقالہ تحریر کیا تھا۔ اس مقالہ میں ایک مقام پر مسٹر سنگر لکھتا ہے: ''دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والوں کو اقتصادیات، سائنس اور کمپیوٹر کا فہم حاصل نہیں ہوتا۔ یہ ادارے بے روزگار نوجوانوں کا ہجوم تیار کر رہے ہیں جن کا اور تو کوئی مصرف نہیں البتہ یہ لوگ مساجد کے امام یا کسی مسجد کے چھوٹے موٹے خدمت گار بن سکتے ہیں۔''

یہ دو اقتباسات میں نے بطور مثال آپ کے سامنے عرض کئے ہیں ورنہ دینی مدارس کے بارے میں مذکورہ تفصیلی مقالات اور اس طرح کی دیگر رپورٹوں سے ان عناصر کا خبث باطن کھل کر سامنے آتا ہے۔ ایسے عناصر کے ساتھ ہمارے مکالمے اور گفتگو کا انداز مختلف ہوتا ہے۔ جہاں تک ڈاکٹر جسیکا کی طرف سے مدارس پر دہشت گردی کے مراکز ہونے کا الزام ہے تو یہ سراسر لغو اور حقائق کے منافی ہے۔ یہاں وفاق المدارس العربیہ کے ناظم اعلیٰ جناب قاری محمد حنیف جالندھری صاحب اور تنظیمات کے دیگر ذمہ داران موجود ہیں اور ان کو یاد ہوگا کہ ان کی موجودگی میں دورۂ امریکہ کے دوران میں نے عرض کیا تھا کہ کچھ عرصہ قبل یہاں (امریکہ) کی ایک یونیورسٹی میں ایک طالب علم نے کلاس روم میں پستول نکال کر 35 طلبہ کو قتل کیا تھا۔ اب اس واقعہ پر یہ تبصرہ کرنا بے انصافی ہوگی کہ چونکہ اس ادارے میں بڑی تعداد میں ایک طالب علم نے طلبہ کو قتل کیا ہے لہٰذا یہ ادارہ دہشت گرد تیار کر رہا ہے اور اس طرح قاتل طالب علم کی عیسائی شناخت کی وجہ سے تمام عیسائیوں کو دہشت گرد قرار دینا بھی قرین انصاف نہیں ہوگا۔ اس لئے اسلامی علوم کے مدارس کو دہشت گردی کے مراکز گرداننا اور مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دینا بھی انصاف اور اعتدال کے منافی ہے۔

اسی طرح مدارس کے فضلاء کے لئے روزگار کے لئے فکر مندان عناصر کو شاید اس حقیقت کا ادراک نہیں ہے کہ آج تک پاکستان میں مدارس کے فضلاء نے کبھی روزگار مہیا کرنے کے لئے سڑکوں پر مظاہرے نہیں کئے ہیں اور نہ حکومت سے اس کا کوئی مطالبہ کیا ہے۔ اس کے برعکس یونیورسٹیوں اور کالجز کے گریجویٹس ڈاکٹرز، انجینئرز، اساتذہ اور دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے بے روزگاروں کی ایک بڑی تعداد آئے روز حکومت سے روزگار مہیا کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں، اس لئے مطالبہ نہ کرنے والوں کی بجائے مانگنے والے ضرورت مندوں کو سب سے پہلے روزگار مہیا کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ بہر حال اس انداز سے ہم ان لوگوں سے مکالمہ کرتے

ہیں جو مدارس کے خیر خواہ نہیں بلکہ ان کے وجود کے دشمن ہیں۔

دوسری طرف ایک بڑی تعداد ان مخلصین علماء کرام اور اصحاب فکر و دانش کی بھی ہے جو نہایت اخلاص اور جذبہ خیر خواہی سے دینی مدارس کے اصل نصاب کو تبدیل کیے بغیر ان کے نصاب و نظام میں عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق تبدیلیوں کی بات کرتے ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے موجودہ چیئرمین اور اس مذاکرہ کے داعی مولانا محمد خان شیرانی صاحب کو بھی ہم اسی گروہ میں شمار کرتے ہیں اور ایسے تمام مخلص اہل علم کی کاوشوں اور تجاویز کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

''نصاب سازی کا طریقہ کار اور اس کی فکری و نظریاتی بنیادیں'' کے عنوان سے اس مجلس میں زیر بحث موضوع کے حوالے سے چند تجاویز عرض کروں گا۔ نصاب سازی ایک باقاعدہ سائنس ہے، جس میں چند بنیادی عناصر (Elements) کو خصوصی طور پر مدنظر رکھا جاتا ہے۔ ان عناصر میں مقاصد تعلیم، شعبہ وار نفس مضمون کی تدریجی تفصیلات، ابلاغی اور تدریسی حکمت عملی اور سیرت و کردار کی تشکیل کے لئے سرگرمیاں شامل ہوتی ہیں۔ اسی طرح نفس مضمون یا ''فن'' کا علم حاصل کرنے کے لیے مجوزہ درسی کتب کی فہرست بھی بغرض سہولت مہیا کی جاتی ہے۔ نصاب سازی میں اس بات کو بھی مدنظر رکھا جاتا ہے کہ اس میں وسعت پذیری کا امکان موجود ہو اور وہ اپنی نظریاتی بنیاد پر قائم رہتے ہوئے عصر حاضر کے تقاضے پورے کرتا ہو۔

دینی مدارس کے مقاصد تعلیم کے حوالے سے یہ بات واضح ہے کہ ان مدارس کا مقصد دینی علوم کے ایسے ماہرین تیار کرنا ہے جو معاشرے کی شرعی اور دینی ضروریات میں رہنمائی فراہم کرسکیں۔ سائنس و ٹیکنالوجی کے ماہرین تیار کرنا، ان مدارس کے مقاصد و اہداف میں شامل نہیں ہے۔ لیکن معاشرے کی شرعی اور دینی رہنمائی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ عصر حاضر کے جدید مسائل فتنوں اور زبانوں سے بھی ضروری واقفیت حاصل ہو۔ مدارس کے نصاب میں اصل مضامین یا فنون کو برقرار رکھتے ہوئے درج ذیل تجاویز پر غور کیا جاسکتا ہے۔

فقہ:

فقہ کی تعلیم میں کسی ایک فقہی مذہب یا مسلک کی تعلیم کے ساتھ دوسرے مذاہب کی کتابوں اور موقف سے آگاہی کی طرف بھی خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس طرح طلبہ میں وسعت نظر و فکر پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ گروہی اور مسلکی تعصبات کا ازالہ بھی ہوسکتا ہے۔ اسی طرح فقہ اسلامی میں چونکہ اسلامی قانون کی تعلیم دی جاتی ہے اس لیے میری یہ بھی تجویز ہے کہ رومی، یہودی اور جدید قانون سازی کا اسلامی قوانین کے ساتھ تقابلی مطالعہ کے ساتھ ساتھ ''مجموعہ تعزیرات پاکستان'' اور ''ضابطہ فوجداری'' کی تعلیم کو بھی شامل نصاب کرنا ضروری ہے۔

تقابل ادیان:

دینی مدارس کے طلبہ کے لیے تمام بڑے مذاہب کی تاریخ، عقائد، عمل اور ان کی جدید حکمت عملی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ اس حوالہ سے یہودیت، عیسائیت، ہندومت، بدھ مت اور سکھ مت کی تعلیمات کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح عصر حاضر کے مختلف نظریات نے بھی آج جدید مذاہب کی شکل اختیار کرلی ہے مثلاً سیکولرازم، کیپیٹل ازم، نسل پرستی، قوم پرستی اور لامذہبیت وغیرہ۔ اس لیے ان مختلف نظریات پر مبنی نظاموں کو زیر مطالعہ لانا بھی ضروری ہے۔

منطق:

یونانی فلسفہ اور منطق کو ماضی کی طرح پوری تفصیل اور گہرائی کے ساتھ مدارس میں پڑھانے کی آج ضرورت نہیں ہے، لیکن اس کو درس نظامی کے نصاب سے یکسر خارج کرنا بھی مفید نہیں ہے۔ منطق و فلسفہ کی ضروری اصطلاحات اور مبادیات سے واقفیت اس لیے بھی ضروری ہے کہ اسلاف کی کتابوں کا بڑا ذخیرہ انہی علوم کی اصطلاحات اور اسلوب پر مشتمل ہے۔ مثلاً امام غزالیؒ کی کتاب ''المستصفی'' جو اصول فقہ کی کتاب ہے لیکن منطقی اصولوں پر مبنی ہے اور اس طرح امام شاطبی کی ''الموافقات'' اور امام فخر الدین رازی کی ''تفسیر کبیر'' کے مباحث کو سمجھنے کے لیے منطق کے مبادیات سے آگہی ضروری ہے۔

جدید علوم اور زبان دانی:

امام ابو حامد الغزالیؒ نے اپنے دور کی منطق کے بارے میں فرمایا تھا کہ "من لم یعرف المنطق فلاثقة له فی العلوم اصلاً"، جس نے منطق نہیں سیکھی تو اس کا علم میں کوئی مقام نہیں ہے۔ اس قول کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جاسکتا کہ جس کے پاس قرآن و سنت اور اسلامی فقہ کا علم موجود ہے تو پھر بھی وہ علم میں کوئی مقام نہیں رکھتا بلکہ اس قول کے ذریعے امام غزالیؒ نے علم منطق کے حصول کی ترغیب دلائی، جس کو اس دور میں اہمیت حاصل تھی۔ اسی طرح آج کے جدید علوم سے واقفیت بھی علماء دین کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

اس سلسلہ میں مدارس کے نصاب میں سائنس، سماجی علوم اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کا ابتدائی تعارفی مطالعہ شامل کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح جدید سماجی علوم مثلاً سیاسیات، نفسیات، معاشیات اور بین الاقوامی امور کا تعارفی و تنقیدی مطالعہ شامل کرنا بھی ضروری ہے۔

اسی طرح جدید علوم سے شناسائی اور دینی تعلیمات کے ابلاغ کے لئے عربی اور اردو کے ساتھ انگریزی زبان سے اس حد تک واقفیت ضروری ہے کہ انگریزی میں لکھی ہوئی تحریر کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اپنا مافی الضمیر بھی بیان کیا جاسکے۔

بحث و تحقیق:

تحقیقی انداز میں تحریری صلاحیت پیدا کرنا بھی اشاعت دین اور باطل کی تردید کے لیے ازحد ضروری ہے۔ جدید تعلیمی اداروں میں ماسٹر اور پی ایچ ڈی کے طلبہ کے لئے ''مناہج البحث'' یا انگریزی میں (Research Methedology) کے عنوان سے باقاعدہ مضمون پڑھایا جاتا ہے، تاکہ ان کو تحقیقی مقالہ جات لکھنے میں آسانی ہو۔ اس موضوع پر عربی، انگریزی اور اردو میں پہلے سے موجود کسی معین کتاب کو شامل کرنا مفید ہوگا۔

دعوت و تبلیغ کے جدید وسائل و ذرائع کا استعمال مؤثر ابلاغ کے لیے ضروری ہے۔ ملٹی میڈیا اور انٹرنیٹ جیسے جدید ذرائع کے عملی استعمال سکھانے کا اہتمام بھی وقت کی ضرورت ہے۔ بعض جدید تعلیمی اداروں میں شعبہ اسلامی علوم کے طلبہ کو ''وسائل الدعوة الحدیثة'' کے نام سے باقاعدہ مضمون پڑھایا جاتا ہے۔

یہ چند گزارشات تھیں جو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کردی ہیں اور ایک دینی مدرسہ کے ذمہ دار کی حیثیت سے مجھے یہ بھی احساس ہے کہ مدارس کا موجودہ نصاب بڑا بھاری بھرکم ہے، جس میں ایک اور مضمون کو شامل کرنا بظاہر مشکل نظر آتا ہے لیکن یہ کام منطق و فلسفہ کی بعض کتابوں کو نکالنے کے بعد مختصر دورانیے کے بعض منتخب لیکچرز کے ذریعے بھی کیا جاسکتا ہے۔

میں آخر میں ایک مرتبہ پھر چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل مولانا محمد خان شیرانی صاحب اور ان کی ٹیم کا اس مذاکرہ کے انعقاد پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تنظیم اسلامی فیصل آباد کے زیر اہتمام خصوصی سیمینار کا انعقاد

تنظیم اسلامی فیصل آباد شرقی کے زیر اہتمام 10 نومبر 2013 کو لاثانیہ ہوٹل کے ہال میں بعد نماز عشاء ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ موضوع تھا ''سرزمین شام: قرآن وحدیث کی روشنی میں''۔ پروگرام کا آغاز سورۃ الفتح کی آیات کی تلاوت سے ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری فیصل آباد شرقی کے امیر ملک احسان الٰہی نے ادا کی۔ تلاوت کے بعد شاہد ندیم نے مولانا ظفر علی خان کا نعتیہ کلام جبکہ ملک احسان الٰہی کے بھائی نے اپنا نعتیہ کلام پیش کیا۔ شیخ محمد سلیم نے علامہ اقبال کے شہرہ آفاق کلام شکوہ وجواب شکوہ کے چند اشعار ترنم سے پڑھے۔ اس کے بعد مہمان مقرر مفتی مسعود ظفر نے مذکورہ بالا عنوان پر سیر حاصل گفتگو کی۔ انہوں نے تفصیل سے سرزمین شام کا تعارف پیش کیا اور بتایا کہ دور صحابہؓ کا ملک شام ایک بہت وسیع علاقہ تھا، جو آج کے شام، لبنان، اردن اور فلسطین کے کچھ علاقوں پر مشتمل تھا۔ ایک طویل حدیث کے حوالے سے مفتی صاحب نے بتایا کہ دور نبوی ﷺ سے لے کر قیامت تک امت پر پانچ ادوار ہوں گے۔ یعنی دور نبوت، پھر خلافت علی منہاج النبوۃ، پھر کاٹ کھانے والی ملوکیت، پھر استعمار کی ملوکیت اور آخر میں پھر خلافت علی منہاج النبوۃ۔ مفتی صاحب نے واضح کیا کہ اگرچہ عالم اسلام پچھلی صدی میں اغیار کی براہ راست غلامی سے آزاد ہو چکا ہے، تاہم بالواسطہ معاشی، سیاسی اور ذہنی غلامی کا دور ابھی جاری ہے لیکن یہ دور بھی ختم ہو کر رہے گا، ان شاء اللہ۔ انہوں نے کہا کہ نور الدین زنگی، صلاح الدین ایوبی، رکن الدین بیبرس اور ابن طولوس کا شام آج پھر تیسری اور شاید صلیب وہلال کی آخری معرکہ آرائیوں کا میدان بننے والا ہے۔ شام کی سرزمین دمشق اپنا دامن پھیلائے حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی منتظر ہے۔ انہوں نے کہا کہ آنے والا دور دور خلافت علی منہاج النبوۃ ہوگا۔ لیکن اس سے قبل تاریخ انسانی کی بہت بڑی جنگ ہوگی۔ اس جنگ کو احادیث نبوی ﷺ میں ''الملحمۃ الکبریٰ'' اور اہل کتاب کے مذہبی لٹریچر میں ''ہرمجدون'' کا نام دیا گیا ہے۔ انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ اس جنگ کی شروعات ملک شام اور مشرق وسطیٰ کے دیگر ممالک میں ہو چکی ہیں۔ مفتی صاحب نے مزید بتایا کہ حدیث رسول ﷺ سے اشارہ ملتا ہے کہ احیائے اسلام کے عمل کا آغاز خراسان سے ہوگا۔ خراسان کا علاقہ اٹک کے پار پاکستان، افغانستان اور ایران کے کچھ علاقوں پر مشتمل ہے۔ یہاں سے سیاہ جھنڈوں والے لشکر چلیں گے جو امام مہدی کے زیر بیعت ایلیا (بیت المقدس) تک پہنچیں گے اور یہودیوں اور عیسائیوں سے جنگ کریں گے۔ دجال اکبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کر دیں گے اور یہودیوں کا مکمل خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ تمام واقعات آنے والے دور میں رونما ہونے والے ہیں۔ اس کے بعد کل روئے ارضی پر اسلام کا غلبہ ہوگا۔

مفتی صاحب کے خطاب کے بعد ڈاکٹر عبد السمیع نے ''ہمارے کرنے کا اصل کام'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ ہماری پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم خود اللہ تعالیٰ کے بندے بنیں، سچی توبہ کریں، اپنی معاش اور معاشرت کو حرام سے پاک کریں، پھر دین کو بالفعل قائم کرنے کے لئے کسی جماعت میں شامل ہو کر جدوجہد کریں، یہاں تک کہ دین غالب ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ دین ہماری زندگی میں قائم ہو یا نہ ہو، اگر ہم نے اس کے غلبے کے لئے جدوجہد کی تو ان شاء اللہ آخرت میں نجات پا جائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب کے بعد امیر حلقہ جناب محمد رشید عمر نے اپنے مختصر صدارتی خطاب میں پاکستان کو درپیش حالات کا ایک جائزہ پیش کیا۔ انہوں نے حدیث رسول ﷺ کے حوالے سے کہا کہ فتنے کے دور میں اسلام میں سوائے نام کے اور قرآن مجید میں سوائے رسم الخط کے کچھ باقی نہ بچے گا۔ امیر حلقہ نے توجہ دلائی کہ اس حدیث کے بین السطور میں ہمارے کرنے کے کام کی نشاندہی بھی فرما دی گئی ہے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کو ایک محدود مذہب میں بدل دیا گیا ہے، جبکہ اسلام ایک دین، ایک مکمل نظام حیات ہے جو پوری زندگی پر نفاذ چاہتا ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں قرآن کی تلاوت کا تو کسی حد تک اہتمام ہے، مگر اس خزینۂ علم وحکمت کے زور پر عصر حاضر کے باطل نظریات کے توڑ کی جدوجہد نظر نہیں آ رہی۔ تنظیم اسلامی عوام وخواص کو اُن کی دینی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کر رہی اور خلافت کے قیام کی صدا لگا رہی ہے۔ انہوں نے حاضرین کو دعوت دی کہ وہ تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کر کے غلبۂ دین حق کی جدوجہد کا حصہ بنیں۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء اور شریکات کی سوپ سے تواضع کی گئی۔ رات سوا دس بجے امیر حلقہ کی دُعا پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو قبول فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: شیخ محمد سلیم)

تنظیمی اطلاعات

تنظیم اسلامی نوشہرہ میں ڈاکٹر وقار الدین کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم ''نوشہرہ'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 21 نومبر 2013ء میں مشورہ کے بعد ڈاکٹر وقار الدین کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

تنظیم اسلامی سرگودھا میں محمد افضل اعوان کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ سرگودھا کی جانب سے مقامی تنظیم ''سرگودھا'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 21 نومبر 2013ء میں مشورہ کے بعد ملک محمد افضل اعوان کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

تنظیم اسلامی بہاولنگر میں پروفیسر محمود اسلم کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب شرقی کی جانب سے مقامی تنظیم ''بہاولنگر'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 21 نومبر 2013ء میں مشورہ کے بعد پروفیسر محمود اسلم کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

بقیہ کار تریاقی

اور کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملتا! عتبہ آذر بائی جان میں تھے۔ وہاں سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے لذیذ میٹھا ڈھیر سارا بنوا کر بھیجا۔ سیدنا عمرؓ نے چکھا، نہایت خوش ذائقہ۔ لیکن فوراً سوال یہ تھا 'کیا تمام مسلمانوں کو آذر بائی جان میں یہ میسر ہے؟' جواب نفی میں ملا تو غضب ناک ہو کر خط لکھا۔۔۔ 'کیا یہ مال تمہارے ماں باپ کا ہے جو تم دونوں ہاتھوں سے لٹا رہے ہو۔۔۔ خبردار! کوئی چیز مت کھاؤ جب تک وہ تمام مسلمانوں کو میسر نہ ہو، تمہیں یہ خصوصی مراعات کیوں حاصل ہوں۔۔۔!' سیدنا عمرؓ تا ملا عمر کہانی ساری خود شناسی اور خدا شناسی کی ہے۔ ہماری ساری کہانیاں یحییٰ خان تا دورِ حاضر خود فراموشی اور خدا فراموشی کی ہیں۔۔۔

اس بلندی سے کبھی آن کے دیکھے تو کھلے
کیسی پستی ہے تیری ہستی کی
اور پھر اس کی طرف دیکھ کہ جو
ہے زمانوں کا جہانوں کا خدا
خالق ارض وسماء، حی وصمد
جس کے دروازے پہ رہتے ہیں کھڑے
مثل دربان ازل اور ابد
جس کی رفعت کا ٹھکانہ ہے نہ حد
اور پھر سوچ اگر
وہ کبھی دیکھے تجھے!

Relevance of Media in Tableeg: Deconstructing Media

(Part I of II)

Omer bin Ahsan

The liberalization in the name of right to information in the past twenty years (last decade or so) in Pakistan has given rise to the opening of many new TV Channels and Social Media sites for the dissemination of information and entertainment. This has attracted many religious scholars and religious institutions to use Media (Information and Communication Technology that includes but is not limited to TV, Radio, Internet, Smartphones and other technology gadgets) as a platform for propagation of the Deen. Scholars have adopted this method in the wake of three major reasons:

1. To acquire a wider outreach in order to refute anti-Islamic sentiments, criticize the Government, preach the Qur'an, create Sectarian harmony and introduce Islamic Fiqh to the viewers.
2. In order to counter the liberal, secular and at times anti-Islamic ideals openly propagated by certain media pundits.
3. While considering TV and other forms of media as value neutral, thus vying to compete with the secular pundits at par.

Go West

The mirage of progress creates a sense of inferiority and intellectual subjugation amongst those who have not materially progressed and more importantly consider spiritualism as a relegated zone. It places a great burden on the soul of a faithful who when envisions the mentally colonized citizens surge to the pit of disillusionment, starts to question his own metaphysical and epistemological traditions based on his material performance in a particular historical specificity. The Third World, a term coined incidentally by the same West itself, carries the same complex that they guard by constructing an apologist explanation of their metaphysical underpinning that needs constant transformation in the Liberal or Romantic normative in order to participate and become acceptable to the agents of material progress – the pseudo-superior Western ideals.

The birth of Pakistan saw the same intelligentsia that took to the domain of 'liberal' arts as a means to find an intellectual escape from the intellectual and moral challenges that Islam poses on the human mind in terms of an Islamic State, founded on the principles of Islamic polity, economy, culture and ethics. Therefore, the early flock on Radio and TV were people who belonged to this intellectual creed seeking pleasure and escape – the lifestyle of the West. The Aligarh intellectual elite brought forth only those Islamic and traditional values in their productions that highlighted the universal uniformity with a global culture of humanity and progress, yet another shade of 'Humanism'. A planned and systematically executed destruction of the traditional values that symbolize Islam, if not a wholesome version of authentic Islam itself, was fashioned by presenting human excesses in a way that it subliminally conveyed the supposed pitfalls in the traditional Islamic narrative, with the masons of the structure giving a rebellious and conspicuous voice to any repressed sentiments in society that may have been the consequence of a class conflict or a system that is based on Kufr. The recent media hype surrounding Malala Yousafzai is a classic case in point, whereby due to its portrayal as 'important for humanity', the voices of thousands of innocent

victims incinerated by the US drone strikes around the world have been stifled.

It cannot be deemed entirely as a Western-driven conspiracy. Part and parcel rebellion against traditional authority and its symbols is indigenous given a voice of freedom, humanity and progress, albeit institutionalized and gradually forced to a degree of common acceptance by the forces of an 'alien' culture, by those who despise the reins and limits enforced by Islam on certain issues and are inspired on the contrary by libertarianism and secular thought. The early intellectuals appearing on TV and being heard repeatedly on Radio adored to the extent of worship the likes of Locke, Hume, Russell, Marx, Smith and so on, dreamt 'alien' lifestyles, as sharply contrasting as the capitalist fantasy or the socialist dream; however their real expertise lied in recreating Western ideals within the Pakistani cultural context by highlighting their version of pseudo-Sufism free from all religious bounds. It must be noted here that Literature, both Urdu and English, played an important role in extrapolating their delusions. Amongst these 'intellectuals', focus on the Prophet *(SAW)* as a mere ordinary human being became rife and his attribute as a messenger of Alah *(SWT)* was shelved, in order to unify and limit his *(SAW)* message in the universal context of humanity and equality. The prodigious boom of neo-orientalists coinciding with this era is no accident!

Before the birth of Pakistan a rich man (such as Nawab, Merchant or Lawyer) would find intellectual pleasure and escape in Romantic art or Free-thinking philosophy. Similarly a common man would dive into guilty pleasures as a means of ignoring the intellectual labor that lies in moral inquiry and correction. Games of chance, brothels and sports would provide him the necessary morphine to subdue any moral pain of any 'guilty conscience', thus electing to consume more of the same 'morphine' for 'catharsis'. Ironically, the entertainment of the Palaces of Kings and Nawabs has become the entertainment of every man at home, today. This applies to poetry, philosophy, political discussion, sports and lewdness all in the name of a sham notion of pleasure, advocated progressively in the masses to 'make the common man more aware!'

Counter to the faithful Islamic individual, such individuals spend most of their time in useless debates or sinful pleasures. Pleasure, intellectual or sinful, has its own dynamics, whereby, novelty and continuity bring it into vogue. A dancer will only capture and excite the passion of the audience when the dance is most vulgar and unique. That is the basis of any entertainment, as entertainment creates the feeling of uniqueness for the audience by preying on their animalistic and bodily passions. Its continuity subdues the moral impetus, dormant inside every individual, through a self-working rebellion. This self-working rebellion seeks freedom for the sake of pleasure, power and money in order to practically acquire and exercise further freedom. In this pursuit, legal or illegal matters no more.

To be Concluded…

رفقاء متوجہ ہوں
ان شاء اللہ تعالیٰ ''مرکزی تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور''
میں
25 دسمبر 2013ء (بروز بدھ صبح 10 بجے)
توسیعی مشاورت
کا انعقاد ہو رہا ہے
☆ اظہار خیال کے لیے رفقاء ناظم اعلیٰ کو مطلع فرما کر 11 بجے سے قبل اپنی موجودگی کا اہتمام فرمائیں۔
☆ اجلاس میں شرکت سے قبل رفقاء کی رہنمائی کے لیے تنظیم اسلامی کے نظام العمل کی شق نمبر 9-3-4 کا مطالعہ مناسب ہوگا۔
المعلن: ناظم اعلیٰ (042)-36316638-36366638